ضروری تشریح کے ساتھ صد احادیث کا مجموعہ

انوارِ حدیث



تالیف

شیخ الحدیث ابو محمد حافظ عبدالستار الحماد
فاضل مدینہ یونی ورسٹی

تقدیم

بشیر انصاری ایم۔اے
مدیر اعلیٰ ہفت روزہ اہل حدیث لاہور

مرکزی جمعیۃ اہلحدیث پاکستان
106- راوی روڈ لاہور

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ

انوارِ حدیث

تالیف

شیخ الحدیث ابو محمد حافظ عبدالستار الحماد

تقدیم

بشیر انصاری ایم۔اے

مدیر اعلیٰ ہفت روزہ اہل حدیث لاہور

ناشر: مرکزی جمعیۃ اہلحدیث پاکستان

106- راوی روڈ لاہور

ناشر ---------- مرکزی جمعیۃ اہلحدیث پاکستان

اشاعت ------------ 2014ء

مطبع
مکتبہ اسلامیہ پرنٹنگ پریس لاہور
0300-8661763

فہرست

باب دوم: معاملات وحقوق

باب سوم: اخلاق وکردار

باب چہارم: احکام ومسائل

باب پنجم: دعوات واذکار

تقدیم

اسلام کے دو بنیادی اور صافی سرچشمے قرآن وحدیث ہیں جن کی تعلیمات وہدایات پر عمل کرنا ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے۔قرآن مجید کی طرح حدیث بھی دین اسلام میں ایک قطعی حجت ہے کیونکہ اسکی بنیاد بھی وحی الٰہی ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب حضرت محمد ﷺ کے متعلق فرمایا:

﴿ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝ ﴾ 1

''وہ اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کہتے بلکہ وہ تو وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے میدان عرفات میں حجۃ الوداع کے موقع پر ایک جامع خطبہ ارشاد فرمایا جو عالم انسانیت کی رہنمائی کیلئے ایک چارٹر کی حیثیت رکھتا ہے، اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے تکمیل دین کا اعلان فرمایا اور اسلام کی دائمی پسندیدگی پر مہر ثبت کردی۔قرآن مجید میں ہے:

آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت کی تکمیل نیز تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے کو پسند کیا ہے 2

اسی جامع خطبہ میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

((تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابُ اللَّهِ وَسُنَّةُ نَبِيِّهِ)) 3

''میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اس کے نبی ﷺ کی سنت جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے دنیا کی کوئی طاقت تمہیں گمراہ نہیں کر سکے گی۔'' حدیث کیا ہے؟ وہ رسول اللہ ﷺ کے اقوال واعمال اور اخلاق وکردار کے مجموعے کا نام ہے، قرآن مجید میں شریعت کے بہت سے احکام مجمل طور پر بیان ہوئے ہیں مثلاً نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ، ان کی تفصیل احادیث سے کی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کا منصب بایں الفاظ بیان کیا ہے:

﴿ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ ﴾ 4

''اور ہم نے آپ کی طرف یہ قرآن اس لئے اتارا ہے تاکہ آپ لوگوں کے لیے اس چیز کی وضاحت کردیں جو ان کی فلاح کے لیے اتاری گئی ہے۔''

---

1 النجم: ٣، ٤۔ 2 المائدہ: ٣۔ 3 مؤطا امام مالك، القدر: ١٦٦٢۔
4 ١٦ / النحل: ٤٤۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ہدایت ربانی کے مطابق قرآن مجید کی وضاحت اپنے اسوۂ حسنہ کی صورت میں پیش کی جس پر امت مسلمہ چودہ سو سال سے عمل پیرا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ﴾ ❶

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو دیں اس پر عمل کرو اور جس سے منع کر دیں اس سے باز رہو۔

نیز یہ بھی فرمایا:

﴿ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ﴾ ❷

''جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کا کہا مانا۔''

میری عرصہ دراز سے خواہش تھی کہ ''انوار حدیث'' کے نام سے احادیث مبارکہ کا ایک مختصر مگر جامع انتخاب ضروری تشریح کے ساتھ شائع کیا جائے جس میں عقائد و عبادات، اخلاق و کردار کے متعلق ضروری مسائل نیز روزمرہ کی دعائیں اور دینی وظائف ترتیب دیئے جائیں جن سے عوام و خواص استفادہ کر سکیں۔ پھر ان کی روشنی میں اپنے حقوق و فرائض کو پہچانیں اور ان پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب ہو اور ناجائز خواہشات و منکرات سے نفرت ہو، میں نے اس کتاب کا تذکرہ ممتاز عالم دین، مفتی جماعت حافظ ابو محمد عبدالستار الحماد صاحب فاضل مدینہ یونیورسٹی، مدیر مرکز الدراسات الاسلامیہ، میاں چنوں سے کیا اور اس سلسلہ میں کچھ عنوانات بھی تجویز کئے۔ بحمداللہ انھوں نے میری خواہش کے عین مطابق کتاب کو مرتب فرما دیا۔ اس کی اشاعت کیلئے ہمارے مہربان دوست جناب محمد نعیم اور چند عزیزوں خصوصاً جناب نعمت اللہ بابر (نوائے وقت) نے بھی تعاون فرمایا۔ میں ان تمام احباب کا بے حد شکر گزار ہوں۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قارئین کرام کیلئے ثمر آور بنائے اور جملہ معاونین کو اجر جزیل عطا فرمائے۔

طالب الدعوات

بشیر انصاری۔ ایم اے

مدیر اعلیٰ ہفت روزہ ''اہل حدیث'' 106 راوی روڈ لاہور

0321-6487892،042-37720257

---

❶ ٥٩/ الحشر: ٧۔ ❷ ٤/ النساء: ٨٠۔

پیش لفظ

الحمدللّٰہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لانبی بعدہ و بعد .

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احادیث سننے، انہیں یاد کرنے پھر آگے پہنچانے کی ترغیب دی ہے بلکہ اس شخص کے متعلق دعا فرمائی ہے جو احادیث سنتا ہے پھر انہیں آگے پہنچانے کیلئے یاد رکھتا اور حفظ کرتا ہے۔ دعا یہ ہے:

نَضَّرَ اللّٰہُ امْرَءً ا سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَبَلَّغَھَا [1]

''اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ رکھے جو میری بات کو سنے اور اسے دوسروں تک پہنچائے۔''

ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں۔

نَضَّرَ اللّٰہُ امْرَءً ا سَمِعَ مِنَّا حَدِیْثًا فَحَفِظَہٗ، حَتّٰی یُبَلِّغَہٗ [2]

''اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش وخرم اور شاداب رکھے جس نے ہم سے کوئی حدیث سنی، پھر اسے حفظ کیا اور یاد رکھا تاکہ اسے دوسروں تک پہنچائے۔''

ایک دوسری روایت میں مزید وضاحت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں

نَضَّرَ اللّٰہُ امْرَءً ا سَمِعَ مِنَّا شَیْأً فَبَلَّغَہٗ کَمَا سَمِعَہٗ [3]

''اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ رکھے جس نے ہم سے کوئی بھی چیز سنی، پھر اس طرح آگے پہنچا دیا جس طرح اسے سنا تھا۔''

ان مختلف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک دعا اس شخص کیلئے ہے جو احادیث مبارکہ کو سنتا ہے، انہیں یاد کرتا ہے پھر بلا کم و کاست انہیں آگے پہنچا دیتا ہے۔ ہمارا ایمان و یقین ہے کہ ایسا انسان دنیا و آخرت میں خوش وخرم اور ہشاش وشاداب رہے گا۔

---

[1] ابن ماجه، المناسك: ٣٠٥٦۔

[2] ابوداود، العلم: ٣٦٦٠۔ [3] ترمذی، العلم: ٢٦٥٧۔

ہمارے ادارہ ''مرکز الدراسات الاسلامیہ'' میں ہر سال 26 شعبان سے 26 رمضان تک طالبات کیلئے دورۂ تفسیر ہوتا ہے، اس میں مذکورہ بالا مقصد کے حصول کیلئے پندرہ احادیث کا انتخاب کیا جاتا ہے جن کا تعلق عملی زندگی سے ہوتا ہے، وہ طالبات کو زبانی یاد کرائی جاتی ہیں اور تشریح کے ساتھ پڑھائی جاتی ہیں تاکہ آئندہ وہ ان کی عملی زندگی کا حصہ بن سکیں۔

میری دیرینہ خواہش تھی کہ منتخب احادیث پر مشتمل ایک کتاب شائع کردی جائے تاکہ ان کا حفظ کرنا اور یاد رکھنا آسان ہو لیکن کثرت مصروفیات اور ہجوم مشاغل کی وجہ سے ایسا نہ ہوسکا، آخر ہر چیز کو پایۂ تکمیل تک پہنچنے کیلئے ایک طے شدہ مقررہ وقت ہے، جب وہ وقت آجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے اسباب پیدا فرمادیتا ہے، چنانچہ ایک دن میرے انتہائی محسن محترم بشیر انصاری ایم اے، مدیر اعلیٰ ہفت روزہ اہل حدیث لاہور نے مجھے اپنے ایک منصوبے سے آگاہ کیا کہ ہم سو احادیث پر مشتمل ایک مجموعہ مع ضروری تشریح شائع کرنا چاہتے ہیں اور مجھے انہوں نے حکم دیا کہ یہ کام آپ نے کرنا ہے، اس سلسلہ میں میرے محسن بلکہ صحافتی دنیا میں انہوں نے مجھے انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا ہے، اس لئے میرے لئے کھلے انکار یا رسمی طور پر حیلے بہانے بنانے کی گنجائش نہ تھی، میں چونکہ ذہنی طور پر پہلے ہی تیار تھا اور اسکی منصوبہ بندی بھی کرچکا تھا اس بناء پر میں نے اس کٹھن کام کو اپنے ذمے لے لیا اور اس کی توفیق سے اس کا آغاز کردیا۔ واللہ الموافق

اس مجموعہ احادیث کے متعلق بایں طور منصوبہ بندی کی گئی کہ ایسی احادیث کا انتخاب کیا جائے جو

- مختصر ہوں تاکہ انہیں حفظ کرنا اور یاد رکھنا آسان ہو
- مفہوم کے اعتبار سے اس قدر جامع ہوں کہ کوزہ میں دریا بند کا مصداق ہوں
- محدثین کے معیار صحت پر پوری اترتی ہوں تاکہ بلاجھجک ان پر عمل کیا جاسکے

امام بخاریؒ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہم نے حدیث ''انما الاعمال بالنیات'' کو بطور تمہید ذکر کیا ہے تاکہ قارئین کرام شروع ہی سے اپنی نیت کو خالص کرلیں، پھر صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے احادیث منتخب کرکے انہیں حسب ذیل پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے

- عقائد وعبادات
- حقوق ومعاملات
- اخلاق وکردار
- احکام ومسائل
- دعوات واذکار

ان کی تشریح کرتے ہوئے بھی اختصار کو پیش نظر رکھا ہے اور بھرپور کوشش کی ہے کہ صحیح احادیث کو تشریح میں ذکر کیا جائے۔ رواۃ کے تعارف اور بے جا طوالت سے ہم نے دانستہ گریز کیا ہے تاکہ قارئین کرام دوران مطالعہ اکتاہٹ کا شکار نہ ہوں، ہم نے اپنے مقصد میں کسی حد تک کامیاب ہوئے ہیں، اس کا فیصلہ خود قارئین کرینگے۔

مشک آں است کہ خود ببوید نہ کہ عطا بگوید

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ

﴿ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ﴾ [1]

''جو کچھ بھی آپ کے رب کی طرف سے آپکی جانب نازل کیا گیا ہے اسے آگے پہنچا دیں''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کے افراد سے فرمایا

بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ آيَةً [2]

میری ایک بات بھی کسی کو معلوم ہو تو وہ آگے پہنچا دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ارشادات کی نشر و اشاعت ہی ہمارا مقصد ہے، ہمیں امید ہے کہ قارئین کرام بھی اس مقصد کی کامیابی کیلئے ہمارا ساتھ دینگے تاکہ ہماری مختصر کوشش و کاوش سے بکثرت لوگ استفادہ کریں اور ان احادیث پر عمل پیرا ہو کر دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران ہوں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس حقیر کوشش کو ثمر آور کرے اور اپنے ہاں شرف قبولیت سے نوازے۔ (آمین)

ابو محمد عبدالستار الحماد

مرکز الدراسات الاسلامیہ میاں چنوں

28 جنوری 2014ء بروز منگل

موبائل: 0300-4178626

---

[1] ۵/المائدہ: ۶۷۔ [2] بخاری، الانبیاء: ۳۴۶۱۔

خلوصِ نیت

إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوٰى [1]

''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر انسان کیلئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی۔''

فوائد

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث کے مکمل الفاظ حسب ذیل ہیں۔

''اگر کوئی اپنا وطن اللہ اور اسکے رسول کیلئے چھوڑتا ہے تو اسکی یہ ہجرت اللہ اور اسکے رسول کیلئے ہوگی اور اگر کسی کی ہجرت دنیا کمانے یا کسی عورت سے شادی رچانے کیلئے ہوگی تو اسکی ہجرت اسی کام کیلئے ہے جس کے لئے اس نے ہجرت کی ہے۔'' [2]

نیت کے شرعی معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کیلئے کسی کام کا ارادہ کیا جائے، اس شرعی معنی کے اعتبار سے صرف عبادات میں حسن نیت کی ضرورت ہوتی ہے، عادات وغیرہ میں حسن نیت یعنی اخلاص کی ضرورت نہیں مثلاً کھانا، پینا اور سونا وغیرہ۔ ان کاموں میں حسن نیت کی چنداں ضرورت نہیں بلکہ اسکے بغیر ہی دنیاوی مقاصد حاصل ہو جاتے ہیں البتہ اخلاص اور حسن نیت سے ایسے کاموں کو عبادات میں شامل کیا جا سکتا ہے اور ان کی بجا آوری باعث ثواب ہو سکتی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب مرد اپنے اہل وعیال پر ثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو وہ اسکے حق میں صدقہ بن جاتا ہے۔'' [3]

اسی طرح رات کو سونا انسان کی عادت اور طبعی تقاضا ہے لیکن اگر سوتے وقت یہ نیت کی کہ صبح جلدی اٹھوں گا اور نماز فجر باجماعت ادا کروں گا تو اس بناء پر سونا مقدمہ عبادت ہونے کی وجہ سے باعث اجر وثواب ہے، واضح رہے کہ اخلاص کیلئے درج ذیل تین چیزوں میں سے کسی ایک کا ہونا ضروری ہے۔ ● عبادت اللہ کی رضا کیلئے ہو ● جنت حاصل کرنے کیلئے کی جائے ● جہنم سے ڈرتے ہوئے کی جائے۔

---

[1] بخاری بدء الوحی: ١۔ [2] بخاری الإیمان: ٥٤۔ [3] بخاری، الإیمان: ٥٥۔

باب اول

عقائد و عبادات

عقیدہ اور اس کے اہداف

۱۔ ((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سُئِلَ: اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟ قَالَ اِیْمَانٌ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ)) [1]

''رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کونسا عمل افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔''

فوائد

لفظ عقیدہ عقد سے بنا ہے جس کا معنی جوڑنا اور مضبوط کرنا ہے شرعی اصطلاح میں عزم بالجزم اور پختہ ذہن پر عقیدہ کا اطلاق ہوتا ہے اگر ذہن کی پختگی حق پر ہے تو عقیدہ صحیح اور اگر کسی باطل چیز پر ہے تو عقیدہ باطل کہلائے گا دین اسلام میں صحیح عقیدہ میں درج ذیل باتیں آتی ہیں۔

☆ اللہ اس کے فرشتوں، رسولوں، کتابوں، یوم آخرت، اور اچھی یا بری تقدیر پر پختہ یقین رکھنا۔

☆ جو کچھ قرآن اور سنت صحیحہ سے ثابت ہے اس پر ایمان لانا اور اس کی صداقت کا یقین رکھنا۔ اس میں توحید، ایمان، امور غیب، نبوت و رسالت، قضا و قدر اور احکام و اخبار سب آ جاتے ہیں۔

عقیدہ کے اہداف و اغراض حسب ذیل ہیں

☆ اخلاص کے ساتھ صرف اللہ کی عبادت کی جائے اور اس کے لئے طریقہ رسول اللہ ﷺ کا اختیار کیا جائے۔

☆ انسان کے دل میں پیدا ہونے والی ہر قسم کی بے راہ روی سے اپنی عقل و فکر اور قلب و ذہن کو آزاد کیا جائے۔

☆ جو انسان اسے اپنے دل میں جگہ دیتا ہے وہ کبھی بے چینی اور بے قراری کا خوگر نہیں ہوتا۔

☆ اسے ماننے والے کو ثواب حاصل کرنے کے لئے عمل صالح کا کوئی موقع ضائع نہیں کرنا چاہئے۔

☆ ایسے باکردار افراد تیار کئے جائیں جو اللہ کے دین کی خاطر اپنے ہر قیمتی ورثے کو قربان کر دیں اور اس سلسلہ میں جو مصیبتیں آئیں انہیں خندہ پیشانی سے برداشت کریں۔

---

[1] بخاری، الایمان: ۲۶۔

اصول ایمان

۲۔ ((اَلْإِيْمَانُ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَ تُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ)) [1]

''ایمان یہ ہے کہ تم اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی نازل کردہ کتابوں، اسکے رسولوں اور یوم آخرت کو مان لو نیز اچھی بری تقدیر پر یقین رکھو۔''

فوائد

لفظ ایمان، امن سے مشتق ہے جس کا لغوی معنی امن واطمینان ہے۔ اس لغوی معنی کے پیش نظر مومن اسے کہا جاتا ہے جس سے لوگ اپنے مال وجان اور عزت وآبرو کے متعلق سکون واطمینان محسوس کریں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے

مومن وہ ہے جس سے لوگ اپنے مال وجان کے متعلق بے خوف ہو جائیں۔ [2]

ایمان کی شرعی تعریف یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کی طرف جو اصول وارکان اور احکام ومسائل لے کر آئے ہیں۔ ان کی تصدیق کی جائے اور اس کی سچائی کو دل میں بٹھایا جائے۔ پھر زبان سے اس تصدیق کا اظہار اور اپنے دیگر اعضاء سے اس کا عملی ثبوت مہیا کیا جائے گویا ایمان کے لئے تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔

(1) دل سے تصدیق (2) زبان سے اقرار (3) دیگر اعضاء سے التزام عمل ومتابعت

یہود کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت وتصدیق تھی اور منافقین میں بظاہر التزام عمل ومتابعت بھی موجود تھا اس کے باوجود وہ مومن نہیں ہیں۔

مذکورہ بالا حدیث کے پیش نظر ایمان کے اصول وارکان چھ ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے

(1) اللہ پر ایمان لانا (2) فرشتوں کو تسلیم کرنا (3) اس کی کتابوں پر یقین رکھنا (4) اسکے رسولوں کو ماننا (5) یوم آخرت کی تصدیق کرنا (6) اچھی یا بری تقدیر پر ایمان رکھنا۔

تمام انبیاء کرام علیہم السلام ایمان کے انہی چھ اصولوں کی تشریح کے لئے تشریف لائے، انہی کے لئے اللہ تعالیٰ نے کتابیں نازل فرمائیں، ان تمام اصولوں کو ماننے سے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے۔

---

[1] صحیح مسلم، الایمان: ۸۔ [2] مسند امام احمد ص ۲۰۶۔ ج ۲۔

اللہ پر ایمان لانا

۳۔ ((قُلْ آمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ)) [1]

''کہو میں اللہ پر ایمان لایا پھر اس پر ثابت قدم ہو جاؤ۔''

فوائد

اس حدیث کا پس منظر یہ ہے، کہ حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اسلام کے متعلق کوئی ایسی بات بتائیں کہ میں اس کے متعلق آپ کے بعد کسی سے نہ پوچھوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہو میں اللہ پر ایمان لایا، پھر ثابت قدم ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے بعد پھر اس پر استقامت سے مراد پورے دین پر ثابت قدم رہنا ہے۔ درج ذیل قرآنی آیت میں استقامت سے مراد بھی یہی ہے۔

بلاشبہ وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے۔ [2]

یعنی اللہ کی اطاعت اور اس کی نافرمانی سے اجتناب پر انہوں نے مستقل مزاجی کا مظاہرہ کیا اور اسلام کے راستے میں ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار رہے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان باللہ کا یہی مفہوم بیان کیا ہے۔ آپؐ نے وفد عبد قیس سے فرمایا:

میں تمہیں اللہ وحدہ پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہوں۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا ''اللہ وحدہ، پر ایمان لانے کا مطلب سمجھتے ہو؟ اہل وفد نے عرض کیا ''اللہ اور اس کے رسول کو سب سے زیادہ علم ہے'' آپ نے فرمایا اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور یقیناً حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا اور مال غنیمت سے پانچواں حصہ دینا۔ [3]

اللہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ دل کی گہرائی سے اس بات کی پختہ تصدیق کرنا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات اور حقوق واختیارات میں یکتا ویگانہ ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

---

[1] صحیح مسلم، الایمان: ۱۵۹۔ [2] حم السجدہ: ۳۰۔
[3] صحیح البخاری، الایمان: ۵۳۔

فرشتوں پر ایمان لانا

٤۔ ((فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَتَأَذَّى مِمَّا يَتَأَذَّى مِنْهُ بَنُوْ آدَمَ)) ❶

''جن چیزوں سے انسانوں کی تکلیف ہوتی ہے ان سے فرشتے بھی اذیت محسوس کرتے ہیں۔''

فوائد

اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے پیاز، لہسن اور گندنا کھانے سے منع فرمایا، صحابہ کہتے ہیں کہ ہمیں شدید ضرورت کے پیش نظر انہیں کھانے کی ضرورت ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو اس قسم کی بدبودار چیزیں استعمال کرتا ہے وہ ہماری مسجد میں نہ آئے کیونکہ جن چیزوں سے آدمیوں کو تکلیف ہوتی ہے فرشتوں کو بھی ان سے اذیت پہنچتی ہے۔''

فرشتوں کے وجود کو تسلیم کرنا اور ان پر ایمان لانا اصول ایمان سے ہے۔ ان پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ ان کے وجود کا اقرار کیا جائے اور یہ عقیدہ رکھا جائے کہ وہ اللہ کی مخلوق اس کے تابع فرمان اور کارندے ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ ان سے اپنی عظیم الشان سلطنت کی تدبیر وانتظام کا کام لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں نور سے پیدا کیا ہے حدیث میں ہے

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نور سے تخلیق کیا ہے۔ ❷

فرشتوں پر ایمان لانے کے چند ایک فوائد حسب ذیل ہیں:

فرشتوں کے ساتھ محبت والفت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے کیونکہ وہ پورے انہماک سے اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اہل ایمان کے لئے دعا مغفرت مانگتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر خصوصی عنایت کا پتہ چلتا ہے کہ اس نے اپنے بندوں پر انہیں تعینات کر رکھا ہے جو ان کی حفاظت کے ساتھ ساتھ ان کے اعمال وکردار کو بھی قلمبند کرتے ہیں نیز اس سے فرشتوں کے خالق اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عظمت، طاقت اور اس کے غلبے کا علم ہوتا ہے۔

---

❶ صحیح مسلم، المساجد: ٥٦٤۔ ❷ صحیح مسلم، الزھد: ۲۹۹٦۔

آسمانی کتابوں پر ایمان

۵۔ ((مُؤْمِنُ اَهْلِ الْكِتَابِ الَّذِیْ كَانَ مُؤْمِنًا ثُمَّ آمَنَ بَالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَهُ اَجْرَانِ)) ❶

''اہل کتاب سے جو شخص پہلی کتاب پر ایمان لایا نبی کریم ﷺ پر بھی ایمان لایا تو اسے دوہرا اجر ملے گا۔''

فوائد

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو رشد و ہدایت کے لئے حضرات انبیاء علیہم السلام کو مبعوث کیا اور اپنی طرف سے پاکیزہ تعلیمات پر مبنی متعدد کتابیں نازل فرمائیں۔ پھر جو انسان اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ کتب پر ایمان لایا پھر اس نے رسول اللہ ﷺ کی رسالت کو دل و جان سے تسلیم کیا وہ اللہ کے ہاں دوہرا اجر کا حق دار ہے جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ نے تورات، انجیل، زبور اور قرآن کو نازل فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ صحف ابراہیم کا بھی پتہ چلتا ہے کہ انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے اتارا، ان تمام کتب سماویہ پر عموماً اور قرآن کریم پر خصوصاً ایمان لانا ضروری ہے۔ اگر دل و دماغ کے کسی گوشہ میں ان کی تکذیب یا ان کے متعلق کسی قسم کا باطل عقیدہ چپکا رہا تو پھر ایمان کی خیر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم سے راہنمائی لینے کے لئے چند شرائط کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ آدمی ان تمام کتابوں کو برحق تسلیم کرے جو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے مختلف زمانوں اور زبانوں میں اتاری ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے

یہ کتاب ان لوگوں کے لئے ہدایت کا راستہ کھولتی ہے جو اس کتاب پر ایمان لائیں جو آپ پر نازل کی گئی ہے اور ان کتابوں کو بھی برحق تسلیم کریں جو آپ سے پہلے نازل کی گئی ہیں۔ ❷

ان کتابوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ صدق دل سے اس امر کی تصدیق کی جائے کہ یہ تمام کتابیں اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہیں اور ان میں اللہ تعالیٰ کا حقیقی کلام درج ہے۔ واللہ اعلم

---

❶ صحیح بخاری، الجہاد: ۳۰۱۱۔ ❷ البقرہ: ۴۔

رسولوں پر ایمان لانا

٦۔ ((اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ)) ❶

''میں اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام رسولوں کو مانتا ہوں۔''

فوائد

اس حدیث کا سبب ورود یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب مدینہ طیبہ کے ایک یہودی لڑکے ابن صیاد کی پشت پر اپنا دست مبارک مار کر فرمایا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس نے آپ کی طرف دیکھ کر کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اُمی لوگوں یعنی عربوں کے رسول ہیں۔ پھر ابن صیاد نے کہا آپ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے اسے دھکا دے کر فرمایا میں اللہ اور اس کے رسولوں کو مانتا ہوں۔ ❷

رسول پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ صدق دل سے اس بات کا اقرار کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر امت میں انہی سے ایک رسول مبعوث کیا ہے تاکہ وہ لوگوں کو اللہ کی عبادت کرنے کی دعوت دے اور معبودان باطلہ کا انکار کرے نیز یہ کہ حضرات انبیاء اور رسول تمام کے تمام سچے، نیکوکار، رشد و ہدایت کے حامل، کرم پیشہ، نیک، متقی، امین اور راہنما تھے۔ ظاہری دلائل اور روشن نشانیوں کے ذریعے اپنے رب کی طرف سے تصدیق شدہ تھے اور انہوں نے ہر اس چیز کو اپنی قوم تک پہنچایا جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائی تھی۔ اسے نہ تو چھپایا اور نہ کوئی تبدیلی کی اور نہ ہی اپنی طرف سے کوئی اضافہ کیا ارشاد باری تعالیٰ ہے ''رسولوں کے ذمے اللہ کے احکام کو کھول کر پہنچا دینے کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ ❸ کسی قرآنی آیت یا مستند صحیح حدیث سے ان انبیاء علیہم السلام کی تعداد کا پتہ نہیں چلتا البتہ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔ ❹

بہر حال اللہ تعالیٰ نے ہدایت میں رہنمائی کے لئے رسول ضرور بھیجا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے کوئی امت ایسی نہیں جس میں کوئی خبردار کرنے والا نہ گزرا ہوا۔ ❺

---

❶ صحیح بخاری، الجنائز: ١٣٥٤۔ ❷ صحیح بخاری الادب: ٦١٧٣۔

❸ النحل: ٣٥۔ ❹ مسند امام احمد ص: ١٧٨؛ ج ٥۔ ❺ فاطر: ٢٤۔

یومِ آخرت پر ایمان

۷۔ ((اَلْاِیْمَانُ اَنْ تُوْمِنَ بِاللّٰہِ وَمَلَائِکَتِہٖ وَرُسُلِہٖ وَ لِقَائِہٖ وَتُوْمِنَ بِالْبَعْثِ الْاٰخِرِ)) [1]

''ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر، اس کے فرشتوں پر اس کے رسولوں پر اور اللہ سے ملاقات کرنے پر ایمان لاؤ نیز آخرت میں زندہ ہو کر اٹھنے پر یقین رکھو۔''

فوائد

آخرت کی حقانیت اور صداقت ثابت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو حکم دیا کہ وہ حلفیہ طور پر اس کا اعلان کریں چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''منکرین کہتے ہیں کیا بات ہے ہم پر قیامت نہیں آ رہی؟ آپ فرمائیں: قسم ہے میرے رب کی! وہ تم پر آ کر رہے گی۔'' [2]

لفظ آخرت میں بہت جامعیت ہے اس کا اطلاق بہت سے عقائد کے مجموعے پر ہوتا ہے۔ عقائد کے اس مجموعے کو تسلیم کرنا آخرت پر ایمان اور ان کے بغیر آخرت کو ماننا کھلا کفر ہے۔

☆ دنیا کا موجودہ نظام ابدی نہیں ہے بلکہ یہ صرف ہماری آزمائش کے لئے ہے اللہ جب چاہے گا اسے درہم برہم کر دے گا۔

☆ انسان اس دنیا میں آزاد پیدا نہیں ہوا بلکہ وہ ایک ذمہ دار کی حیثیت سے اپنے تمام عقائد ونظریات اور اخلاق واعمال کے لئے اللہ کے سامنے جوابدہ ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ اس دنیا کے خاتمہ کے ساتھ ہی ایک دوسرا عالم برپا کرے گا۔ اس میں تمام انسانوں کو زندہ کر کے ان سے حساب لیا جائے اور حساب کے مطابق انہیں بدلہ دیا جائے گا۔

☆ وہاں کامیابی یا ناکامی کا اصل معیار دنیا کی خوشحالی یا تنگدستی نہیں بلکہ کامیاب وہ جو اللہ کے فیصلے میں کامیاب ہوگا پھر کامیاب لوگ جنت میں اور ناکام لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

---

[1] صحیح بخاری، التفسیر: ٤٧٧٧۔ [2] السباء: ٣۔

تقدیر پر ایمان

۸۔ ((جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا اَنْتَ لَاقٍ)) 1

''تم نے جو کچھ کرنا ہے اس کے متعلق قلم لکھ کر خشک ہو چکا ہے۔''

فوائد

اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں جوان آدمی ہوں اور مجھے اپنے متعلق زنا کا اندیشہ ہے جبکہ میرے پاس شادی کے لئے کچھ بھی نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے پھر وہی بات عرض کی آپ پھر خاموش رہے، بار بار میں نے یہ بات دہرائی تو آپ نے فرمایا ابو ہریرہ! تم نے جو کچھ کرنا یا تمہارے ساتھ جو کچھ ہونا ہے اس کے متعلق قلم لکھ کر خشک ہو چکا ہے۔ 2 اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقدیر کو بیان کیا ہے تقدیر کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے چیزوں کی ایجاد سے پہلے ہی انہیں معلوم کر لیا اور ان کا اندازہ کر کے ان کی کارکردگی کو لوح محفوظ میں لکھ دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا فرمایا اور اس کی تقدیر مقرر فرمائی۔'' 3

تقدیر کے دو مراتب حسب ذیل ہیں:

(1) کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے یا آئندہ ہونے والا ہے سب کچھ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے مطابق تمام اشیاء اور ان کی کارکردگی کو لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے۔

ان دونوں مراتب کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آسمان و زمین کی ہر چیز اللہ کے علم میں ہے یہ سب کچھ لکھی ہوئی کتاب میں محفوظ ہے۔'' 4

اس آیت کریمہ میں اللہ کے کمال علم اور اسے تحریر میں لانے کا ذکر ہے جسے حدیث میں بایں الفاظ بیان کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوقات کی تقدیریں لکھ دی تھیں جبکہ اس کا عرش پانی پر تھا۔ 5

---

1 صحیح البخاری، النکاح: ۵۰۷۶۔ 2 صحیح البخاری، حوالہ مذکور۔

3 الفرقان: ۲ 4 الحج: ۷۰۔ 5 صحیح مسلم، القدر: ۶۷۴۸۔

ارکان اسلام

۹۔ ((بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّداً رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكَاةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ)) [1]

''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، اس بات کی شہادت کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں نماز قائم کرنا، زکوۃ دینا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔''

فوائد

اس حدیث کا سبب بیان یہ ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک حکیم نامی شخص آیا اور کہنے لگا: اے ابوعبدالرحمن! کیا وجہ ہے کہ آپ ایک سال حج پر جاتے ہیں تو دوسرے سال عمرہ کرتے ہیں۔ لیکن آپ نے جہاد کو چھوڑ رکھا ہے حالانکہ آپ کو اس کی اہمیت کا بخوبی علم ہے؟ اس اعتراض کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد تو پانچ چیزوں پر ہے اور اس میں جہاد کا ذکر نہیں ہے۔ [2]

ارکان اسلام میں جہاد کا ذکر نہیں ہوا حالانکہ دین اسلام میں اس کی بہت اہمیت ہے۔ اس لئے کہ جہاد فرض کفایہ ہے جو مخصوص حالات میں فرض عین قرار دیا جاتا ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ اسلام صرف ان پانچ بنیادی چیزوں ہی کا نام نہیں بلکہ شریعت کے تمام اوامر و نواہی اسلام کا جزو ہیں۔

محدثین کے نزدیک ایمان اور اسلام ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں جیسا کہ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے اسلام کو دین قرار دیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''یقینا دین، اللہ کے ہاں اسلام ہی ہے۔'' [3]

ان میں فرق کیا جا سکتا ہے کہ مسلمان کے دو احوال ہیں ایک کا تعلق باطن سے ہے اور دوسرے کا ظاہر سے، ایمان یہ باطنی امر ہے اور اسلام کا تعلق ظاہری احوال سے ہے۔ کسی کی نماز روزے کی پابندی اور ان سے حج کی ادائیگی کو دیکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ یہ پکا مسلمان ہے۔

---

[1] صحیح بخاری الایمان: ۸۔ [2] صحیح مسلم، الایمان: ۱۴۲۔

[3] صحیح بخاری التفسیر: ۴۵۱۴۔

شہادتین کی حیثیت

۱۰۔ ((مَنْ شَهِدَ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّداً رَسُوْلُ اللّٰهِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّارَ)) ❶

"جو شخص گواہی دے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس پر جہنم کی آگ کو حرام کردے گا۔"

فوائد

ایک حدیث میں شہادتین کو صدق دل سے ادائیگی کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے۔ ❷

غزوہ تبوک کے موقع پر جب زادِ سفر کے متعلق رسول اللہ ﷺ کے ایک معجزہ کا ظہور ہوا تو آپ نے فرمایا "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور میں اس کا رسول ہوں۔" پھر فرمایا "جس شخص نے بایں حالت اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی کہ اس شہادت کے متعلق شکوک وشبہات کا شکار نہ ہوا تو وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔" ❸

ان احادیث کا تقاضا ہے کہ بندہ جب اپنی زبان سے دل کی گہرائی کے ساتھ اس بات کو تسلیم کرے کہ اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے فرستادہ ہیں اور وہ جو کچھ بھی اپنے رب کی طرف سے لے کر آئے ہیں وہ حق اور سچ ہے اور اس پر عمل کرنا ضروری ہے تو مومن شمار کیا جائے گا اور قیامت کے دن وہ ضرور جنت کا حقدار ہوگا۔ اس اقرار کے لئے کلمہ طیبہ "لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ" کو بطور عنوان مقرر کیا گیا ہے یعنی دین اسلام میں داخل ہونے کے لئے اخلاص کے ساتھ شہادتین کا زبانی اقرار یا اقرار کے قائم مقام کوئی اقدام کافی ہے۔

واضح رہے کہ لا الہ الا اللّٰہ کی گواہی دینے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ربوبیت الوہیت میں یگانہ، اپنی ذات وصفات میں وحدہ لاشریک اور اپنے احکام وافعال میں بے مثل ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی گواہی کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ کی طرف سے جو احکام شریعت لے کر آئے ہیں ان کا دل وجان سے اقرار وتصدیق کی جائے اور ان پر عمل پیرا ہونے، عزم بالجزم کیا جائے۔ واللہ اعلم

---

❶ آل عمران: ۱۹۔ ❷ صحیح بخاری الاٴذن: ۶۳۔ ❸ صحیح بخاری العلم: ۱۲۸۔

نماز قائم کرنا

۱۱۔ ((صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّي)) ❶

''جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے اسی طرح نماز پڑھا کرو۔''

فوائد

اس حدیث کا پس منظر حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم چند ایک نوجوان ساتھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نماز سیکھنے کے لئے حاضر ہوئے اور بیس دن تک آپ کے ہاں قیام کیا آپ انتہائی نرم دل اور بڑے مہربان تھے۔ جب آپ نے خیال کیا کہ ہمیں اپنے اہل خانہ کا شوق بے چین کر رہا ہے تو آپ نے ہم سے ان کی احوال پرسی فرمائی۔ ہم نے آپ کو ان کے حالات سے آگاہ کیا تو اس وقت آپ نے فرمایا تم واپس اپنے اہل خانہ کی طرف لوٹ جاؤ اور انہیں دین کی تعلیم دو اور اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ ❷

نماز کے متعلق مذکورہ امر نبوی وجوب کے لئے ہے جس کا ادا کرنا ضروری ہے۔ اس امر نبوی میں وہ تمام اعمال آجاتے ہیں جو تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام پھیرنے تک بجالائے جاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر ادا کو بجالانا ضروری ہے اس سے نماز کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے ایک دوسری حدیث میں آپ کا فرمان مروی ہے:

''جو شخص ہماری طرح نماز پڑھے اور ہمارے قبلے کی طرف منہ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو وہ ایسا مسلمان ہے جسے اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ حاصل ہے۔'' ❸

قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا۔ اگر اس میں کامیابی ہوئی تو آگے حساب چلے گا بصورت دیگر اسے ناکام قرار دے کر یہیں روک لیا جائے گا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے

لوگو! قیامت کے دن لوگوں سے نماز کا حساب پہلے لیا جائے گا۔ ❹

---

❶ صحیح مسلم الایمان: ٤٤۔ ❷ صحیح بخاری، الادب: ٦٠٠٨۔
❸ صحیح بخاری، الصلاۃ: ٣٩١۔ ❹ مسند امام احمد ص: ٤٢٥، ج ٢۔

زکوٰۃ ادا کرنا

۱۲۔ ((بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى اِقَامِ الصَّلَاةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكَاةِ وَ النُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ)) 1

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز پڑھنے، زکوٰۃ دینے اور ہر مسلمان سے خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔''

فوائد

اس حدیث کے راوی حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ہیں جو اپنی قوم کے سردار تھے وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور اسلام میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے ان سے مذکورہ امور کی ادائیگی کے لئے بیعت لی اس سے پتہ چلتا ہے کہ دین اسلام میں نماز اور زکوٰۃ کا معاملہ کس قدر اہم ہے اسلام لانے کے بعد پہلی ذمہ داری نماز کی ادائیگی ہے کیونکہ یہ بدنی عبادات کی اصل ہے پھر دیانتداری کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرنا ہے کیونکہ یہ مالی عبادات میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ بیعت لیتے وقت رسول اللہ ﷺ نے یہ الفاظ بھی تلقین کئے کہ میں ان باتوں پر حتی المقدور عمل کروں گا۔ 2 قرآن مجید میں رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ لوگوں کے اموال میں سے صدقہ لے کر انہیں پاک صاف کر دیں اور ان کے لئے دعا رحمت کریں کیونکہ آپ کی دعا ان کے لئے باعث تسکین ہوگی۔ 3

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد کچھ لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف جنگ کی اور فرمایا

اللہ کی قسم! جو شخص نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا تو میں اس سے ضرور قتال کروں گا کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے، اللہ کی قسم! اگر انہوں نے بھیڑ کا بچہ جو وہ رسول اللہ ﷺ کو دیا کرتے تھے مجھے دینے سے انکار کیا تو میں اس کے انکار پر بھی جنگ کروں گا۔ 4

ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اے آدم کے بیٹے! تو میری راہ میں خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا۔ 5

---

1 صحیح بخاری، الایمان: ۵۷۔ 2 صحیح بخاری، الاحکام: ۷۲۰۴۔

3 التوبہ: ۱۰۳۔ 4 صحیح بخاری، الزکاۃ: ۱۳۹۹۔ 5 صحیح بخاری: ۵۳۵۲۔

رمضان کے روزے رکھنا

۱۳۔((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَاِحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ)) ❶

''جس شخص نے ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے اس کے تمام گذشتہ گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔''

فوائد

اس حدیث میں رمضان کے روزے کو گناہوں کی معافی کے لئے ایمان اور احتساب کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے، احتساب کا معنی اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھنا ہے۔ ایمان اور احتساب لازم وملزوم نہیں ہیں کہ ایک کا ذکر دوسرے کے لئے کافی ہو کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ عمل تو ایمان کا ہے مگر فاعل کی نیت میں اخلاص نہیں ہوتا۔ اسی طرح ایک عمل بڑے اخلاص سے کیا جاتا ہے مگر یہ ایمان کے پیش نظر نہیں بلکہ عامل کا اپنا طبعی رجحان ہوتا ہے بہرحال رمضان کے روزے کے لئے ایمان اور احتساب کا ہونا ضروری ہے۔ یاد رہے کہ گناہوں کی معافی میں حقوق العباد شامل نہیں ہیں کیونکہ اس بات پر امت کا اتفاق ہے کہ حقوق العباد، حقداروں کی رضامندی سے ہی ساقط ہوسکتے ہیں قیامت کے دن حقداروں کی برائیاں لے کر اور اپنی نیکیاں دے کر ان کی تلافی ممکن ہے الا یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی طرف سے ثواب دے کسی کو راضی کردے۔ حدیث میں روزے کا ایک اور خاصہ بھی بیان ہوا ہے کہ گناہوں سے بچنے کیلئے روزہ ڈھال ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''روزہ ڈھال ہے۔'' ❷

ایک حدیث میں ہے کہ جس روز تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو فحش گوئی اور ہذیان سے اجتناب کرے اگر کوئی اسے برا بھلا کہے یا اس کے ساتھ لڑائی جھگڑا کرنا چاہے تو وہ کہے کہ میں روزہ دار ہوں ❸

ایک حدیث میں ہے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں ان میں سے ایک دروازے کا نام ''ریان'' ہے اس سے صرف روزے دار ہی داخل ہوں گے۔ ❹

---

❶ بخاری الایمان: ۳۳۔ ❷ صحیح بخاری، التوحید: ۷۴۹۲۔

❸ بخاری شریف، الصوم: ۱۹۰۴۔ ❹ صحیح بخاری بد الخلق: ۳۲۵۷۔

حج کی ادائیگی

۱۷۔ ((اَلْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّةُ)) ❶

''حج مبرور کی جزا جنت ہی ہے۔''

فوائد

حج مبرور سے مراد وہ حج ہے جو ریا کاری اور گناہوں کی آلائش سے پاک ہو اس کی علامت یہ ہے کہ آدمی اپنی زندگی کے معمولات پہلے سے بہتر بنا لے چنانچہ ایک دوسری حدیث میں اس بات کو ایک دوسرے انداز سے بیان کیا گیا ہے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

جو شخص اللہ کے لئے حج کرے پھر وہ گناہ کا کام کرے نہ فحش گوئی کو اختیار کرے تو وہ اس روز کی طرح واپس ہوتا ہے جس روز اس کی والدہ نے اسے جنم دیا تھا۔ ❷

بہرحال جو شخص بھی حلال پاکیزہ کمائی لے کر خالص نیت سے حج کے لئے نکلتا ہے اور کسی قسم کی غلط حرکت نہیں کرتا اس کے تمام صغیرہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔ وہ گناہوں سے اس طرح پاک صاف ہو کر واپس آتا ہے جیسے نومولود بچہ اس دنیا میں بالکل پاک صاف آتا ہے۔ خواتین کے لئے حج بیت اللہ کو جہاد قرار دیا گیا ہے چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے جہاد پر جانے کی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا

تمہارا جہاد حج بیت اللہ ہے۔ ❸

خواتین کے لئے دوران احرام نقاب پہننے پر پابندی ہے البتہ اپنی چادر کے ساتھ اجنبی مردوں سے پردہ کرنا ضروری ہے۔ حج کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا

مجھ سے حج کا طریقہ سیکھ لو۔ ❹

بہرحال نماز اور زکوۃ اللہ تعالیٰ کی صفت جلال پر متفرع ہیں جسکا تقاضا یہ ہے کہ انہیں انتہائی ادب سے ادا کیا جائے معمولی سی کوتاہی سے یہ آبگینہ سبوتاژ ہوسکتا ہے اور حج وروزہ اللہ تعالیٰ کی صفت جمال کے آئینہ دار ہیں اس کا تقاضا ہے کہ انہیں فریفتگی اور دیوانہ وار ادا کیا جائے۔ واللہ اعلم

---

❶ صحیح بخاری العمرۃ: ۱۷۷۳۔ ❷ بخاری الحج: ۱۵۲۱۔

❸ صحیح بخاری، الجهاد: ۲۸۷۵۔ ❹ صحیح مسلم، الحیج: ۱۲۹۷۔

بندے کی اللہ سے محبت

۱۵۔ ((اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ)) ❶

''قیامت کے دن تو اسی کے ساتھ ہوگا جس سے تجھے محبت ہے۔''

فوائد

اس حدیث پس منظر یہ ہے کہ ایک دیہاتی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تو نے قیامت کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میری زیادہ نمازیں، کثرت سے روزے اور زیادہ صدقہ خیرات تو نہیں البتہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''قیامت کے دن تم اسی کے ساتھ ہوگے جس سے تمہیں محبت ہے۔''

اس سے بندے کی اللہ سے محبت اور اس کی حیثیت کا پتہ چلتا ہے کہ یہ محبت کتنی گراں قدر ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سن کر عرض کیا یا رسول اللہ! ہم بھی اسی طرح ہوں گے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ سے محبت کرنے میں تمہیں بھی یہ صلہ ملے گا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دن ہم بہت خوش ہوئے۔ ❷

ایک دوسری روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے جذبات کا اظہار بایں الفاظ کرتے ہیں

''میں رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ قیامت کے دن میں ان کے ساتھ ہوں گا اگرچہ میں ان جیسے اعمال تو نہیں کر سکا تاہم مجھے ان سے محبت ضرور ہے۔'' ❸

بندے کی اللہ سے محبت کا معیار رسول اللہ ﷺ کی اطاعت فرمانبرداری ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

اے نبی! آپ لوگوں سے کہہ دیں کہ اگر تم اللہ سے محبت کے دعوے دار ہو تو میری پیروی اختیار کرلو۔ ❹

---

❶ صحیح بخاری، الادب: ۶۱۷۱۔ ❷ صحیح بخاری، الادب: ۶۱۶۷۔
❸ صحیح بخاری، فضائل: ۳۶۸۸۔ ❹ آل عمران: ۳۱۔

اللہ کی بندے سے محبت

١٦۔ ((مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَائَهٗ)) [1]

''جو اللہ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہے۔''

فوائد

جو بندہ مومن موت سے پہلے اللہ کی فرمانبرداری اور اطاعت گزاری کی وجہ سے جنت میں تیار کردہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور بہاروں کو دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے تاکہ جلدی ان نعمتوں کو حاصل کرلے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنے کو پسند کرتے ہیں۔ اس امر کی وضاحت ایک حدیث میں ہے [2]

جب بندے کی اللہ سے محبت ہوتی ہے تو اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت کرتے ہیں اور اس کے تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں جیسا کہ قرآن میں اس کی صراحت ہے۔ [3]

ایک دوسری حدیث میں اللہ کی بندے سے محبت کا ثمرہ بایں الفاظ بیان ہوا ہے

''جب اللہ بندے سے محبت کرتے ہیں تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بلاتے ہیں اور اسے کہتے ہیں کہ مجھے فلاں سے محبت ہے تو بھی اس سے محبت کر تو جبرائیل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرتے ہیں پھر جبرائیل علیہ السلام اہل آسمان میں اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں آدمی سے محبت کرتے ہیں تم سب اس سے محبت کرو۔ یہ سن کر تمام آسمان میں رہنے والے فرشتے اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر اس شخص کی محبت اور مقبولیت اہل زمین میں رکھ دی جاتی ہے۔'' [4]

ایک جنگی قیدی عورت کا شیر خوار بچہ گم ہوگیا تو وہ پریشان ہوکر اسے تلاش کرنے لگی۔ جب بچہ مل گیا تو اسے چھاتی سے چمٹا لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اسے دیکھ کر فرمایا کیا یہ ممکن ہے کہ یہ خاتون اپنے بچے کو اپنے ہاتھوں آگ میں پھینک دے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یہ ناممکن ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شفقت اور محبت اس خاتون کے دل میں ہے اس سے کہیں زیادہ پیار اور محبت اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے ہے۔ [5]

---

[1] صحیح مسلم، الذکر: ٦٨٢٠۔ [2] صحیح مسلم، الذکر: ٦٨٢٢۔

[3] آل عمران: ٣١۔ [4] صحیح بخاری، بدء الخلق: ٣٢٠٩۔ [5] مسلم التوبہ: ٦٩٧٩۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے محبت

۱۷۔ ((لَا یُؤْمِنُ اَحَدُ کُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ)) 1

''تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک میری ذات اس کے نزدیک اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو۔''

فوائد

ایمان کے باب میں رسول اللہ ﷺ کی محبت اصل الاصول کی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ جس انسان کو رسول اللہ ﷺ سے محبت ہوگی وہی اسلام کے دیگر احکام پر عمل کر سکے گا اور اسی محبت سے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے۔ واضح رہے کہ محبت کی دو اقسام ہیں:

طبعی محبت انسانی طبیعت میں کسی چیز کی چاہت پیدا ہو اور یہ غیر اختیاری ہوتی ہے۔ اس قسم کی محبت معیار ایمان نہیں ہے۔

شرعی محبت: شرعی لحاظ سے کسی چیز کے متعلق الفت پیدا ہو جائے اس محبت میں ارادہ اور اختیار شامل ہوتا ہے ایمان کا مدار اسی محبت پر ہے اور یہ حقیقت ہے کہ جب کسی سے شرعی محبت ہوتی ہے تو اس میں طبعی محبت ہی آ جاتی ہے البتہ شرعی محبت کا تقاضا ہے کہ ٹکراؤ کی صورت میں شرعی محبت غالب آنی چاہئے۔ حدیث بالا کے پیش نظر محبت کی مزید تین اقسام یہ ہیں:

(۱) محبت تعظیم، جیسے والد اور استاد سے کی جاتی ہے۔ (۲) محبت شفقت، جیسے اولاد سے کی جاتی ہے۔ (۳) محبت استحسان، جو عام انسانوں سے کی جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں تمام اصناف محبت کو جمع کر دیا ہے کہ اس وقت تک ایمان کی تکمیل نہیں ہوگی جب تک ان تمام سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے محبت نہ ہو۔ دوسری حدیث میں اپنے نفس کی محبت کا بھی ذکر ہے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کی محبت میرے دل میں ہر چیز سے زیادہ ہے مگر میں اپنے نفس کی محبت زیادہ محسوس کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: عمر! ابھی کمی ہے پھر حضرت عمر نے عرض کیا آپ کی محبت میرے دل میں میرے نفس سے بھی زیادہ ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: اے عمر اب ایمان کی تکمیل ہوئی ہے۔ 2

---

1 صحیح بخاری الایمان: ۱۵۔ 2 صحیح بخاری الایمان والنذور: ۶۶۸۲۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت

۱۸۔ ((مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَ مَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ)) ❶

''جس نے میری اطاعت کی اس نے گویا اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔''

فوائد

رسول اللہ ﷺ کے مستند نمائندے کی حیثیت رکھتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو انسانوں کے لئے ایک نمونہ بنا کر بھیجا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

''تمہارے لئے اللہ کے رسول ایک بہترین نمونہ ہیں۔'' ❷

اس بنا پر رسول اللہ ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری ایک اتھارٹی کی حیثیت رکھتی ہے اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں واضح طور پر فرمایا ہے

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے گویا اللہ کی اطاعت کی۔ ❸

اپنی معاملات میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت انتہائی ضروری ہے ان کی خلاف ورزی پر سخت وعید آئی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

رسول اللہ ﷺ کے حکم سے سرعدولی کرنے والوں کو ڈرنا چاہئے کہ وہ کسی فتنے میں گرفتار نہ ہو جائیں یا ان پر دردناک عذاب نہ آجائے۔ ❹

ایک حدیث میں اطاعت نبوی کی حیثیت کو مزید اجاگر کیا گیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میرے امت کے سب لوگ جنت میں داخل ہوں گے وگر جو جس نے انکار کر دیا صحابہ نے عرض کیا وہ کون ہے جو انکار کرے گا؟ آپ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا وہ جس نے میری نافرمانی کی تو اس نے گویا انکار کر دیا۔'' ❺

---

❶ صحیح بخاری، الاحکام: ۷۱۳۷۔ ❸ الاحزاب: ۲۰۔ ❹ النساء: ۸۰۔

❹ النور: ۶۳۔ ❺ صحیح بخاری، الاعتصام: ۷۲۸۰۔

بدعات سے اجتناب

۱۹۔ ((مَنْ اَحْدَثَ فِی اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ)) [1]

''جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی راہ نکالی جو دین سے نہیں وہ مردود ہے۔''

فوائد

لغوی طور پر ہر نئے کام کو بدعت کہا جاتا ہے لیکن شریعت میں بدعت یہ ہے کہ کتاب وسنت میں جس کی کوئی بنیاد نہ ہو اور قرون ثلاثہ کے بعد اسے دین کا حصہ بنا دیا جائے اللہ کے ہاں ایسے کام انتہائی ناپسندیدہ ہیں چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس نے کوئی ایسا کام کیا جو ہمارے طریقہ کے مطابق نہیں تو وہ مردود ہے۔'' [2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

''سب سے اچھی بات اللہ کی بات ہے اور سب سے اچھا طریقہ حضرت محمد ﷺ ہے نیز برے کام وہ ہیں جو دین میں نئے پیدا کردہ ہوں۔'' [3]

رسول اللہ ﷺ نے محرکات وبدعات سے دور رہنے کی تلقین کی ہے چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''دین میں نئے کام جاری کرنے سے اجتناب کرو کیونکہ دین میں ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔'' [4]

ہمیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا حکم ہے لیکن اگر ہم غیر مشروع طریقہ سے عبادت کریں گے تو ایسا کرنا بدعت ہوگا اس کی چند ایک اقسام ہیں:

(۱) نفس عبادت ہی بدعت ہو جیسے کوئی عبادت ایجاد کرے جس کی شریعت میں کوئی بنیاد نہیں جیسے عید میلاد۔

(۲) مشروع عبادت میں اضافہ کرنا جیسے ظہر یا عصر کی نماز میں پانچویں رکعت کا اضافہ کرنا۔

عبادت مشروع ہو لیکن اس کی ادائیگی کا طریقہ غیر شرعی ہو جیسے اذکار کو اجتماعی آواز سے پڑھنا۔

مشروع عبادت کو خاص وقت میں ادا کرنا جیسے پندرہ شعبان کو نماز کا خصوصی اہتمام کرنا

بہرحال دینی معاملات میں ہر نیا کام بدعت ہے اور بدعت گمراہی کا پیش خیمہ ہے۔

---

[1] صحیح بخاری، الصلح: ۲۶۹۷۔ [2] صحیح مسلم، الاقضیة: ۱۷۱۸۔

[3] صحیح بخاری الاعتصام: ۷۲۷۷۔ [4] مسند امام احمد ص: ۱۲۶؛ ج: ٤۔

منافق کی نشانیاں

۲۰۔ ((اٰیَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَ اِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا ائْتُمِنَ خَانَ)) [1]

''منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کہے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔''

فوائد

نفاق کے معنی ظاہر و باطن کے اختلاف کے ہیں یہ لفظ دراصل نافقاء سے لیا گیا ہے جو چوہے کی طرح ایک جانور کے بل کے پوشیدہ دروازے کا نام ہے جو بظاہر ہموار زمین کی طرح نظر آتا ہے منافق بھی بظاہر مسلمان نظر آتا ہے مگر اندرونی طور پر اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہوتا محض دھوکہ دینے کے لئے یہ روپ اختیار کرتا ہے۔ منافقین کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''جب وہ تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے حالانکہ وہ کفر لئے آئے تھے اور اس کفر کے ساتھ ہی واپس ہو گئے۔'' [2]

دراصل نفاق، کفر کا فرد اعلیٰ ہے اس میں کفر باللہ کے ساتھ مسلمانوں کو دھوکا دینا بھی شامل ہے۔ اسی لئے عام کفار کے مقابلہ میں ان کی سزا بھی سخت رکھی گئی ہے کہ یہ دوزخ کے سب سے نیچے گڑھے میں ہوں گے۔ [3]

نفاق کی دو اقسام ہیں ایک نفاق تو ایمان و عقیدہ کا ہوتا ہے جو کفر کی بدترین قسم ہے جس کی نشاندہی صرف وحی سے ممکن ہے۔ دوسرا عمل نفاق ہے جیسے سیرت و کردار کا نفاق بھی کہتے ہیں۔ حدیث بالا میں اسی قسم کے نفاق کی تین علامتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک دوسری حدیث میں نفاق کی چار علامتیں بتائی گئی ہیں۔ [4] دو علامتیں تو پہلی حدیث کی ہیں اور دو مزید ہیں اس طرح کل علامتیں پانچ ہو جاتی ہیں۔ دروغ گوئی، خیانت، وعدہ خلافی، عہد شکنی، بے ہودہ گوئی۔

---

[1] صحیح بخاری الایمان: ۳۳۔ [2] سورہ المائدہ: ۶۱۔ [3] النساء: ۱۴۵۔
[4] بخاری الایمان: ۳۴۔

باب دوم

معاملات و حقوق

حقوق العباد

۲۱۔ ((اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) ❶

''ظلم قیامت کے دن کئی طرح کی تاریکیاں ثابت ہوگا۔''

فوائد

ظلم کرنے سے کئی ایک تاریکیاں اس طرح ہونگی کہ ایک تو کسی کا حق، ناحق طریقہ سے لیا، دوسرے وہ اللہ کی مخالفت کر کے اس کے مقابلے پر اتر آیا، یہ گناہ دوسرے گناہوں سے بہت زیادہ سنگین ہے۔ اس لئے ظالم کو چاہیے کہ وہ اپنے کئے ہوئے مظالم کی دنیا میں ہی کوئی تلافی کی صورت پیدا کرے بصورت دیگر قیامت کے دن معاملہ بہت بھیانک صورت اختیار کر جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

''جس نے دنیا میں کسی دوسرے کی عزت یا کسی اور چیز پر ظلم کیا ہو وہ اس سے آج ہی معاف کرا لے پہلے اس سے کہ وہ دن آئے جس میں درہم و دینار نہیں ہونگے، پھر اگر ظالم کا کوئی نیک عمل ہوگا تو اسکے ظلم کی مقدار اس سے لے لیا جائے گا، اگر اسکی نیکیاں نہ ہوئیں تو مظلوم کے گناہ ظالم کے کھاتے میں ڈال دیئے جائیں گے۔'' ❷

اس امر کی مزید وضاحت درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میری امت کا مفلس وہ انسان ہوگا جو قیامت کے دن نماز، روزہ، زکوۃ وغیرہ لے کر آئے گا لیکن وہ ان نیکیوں کے ساتھ ساتھ مختلف جرائم کا بھی مرتکب ہوا ہوگا یعنی کسی کو گالی دی، کسی پر بہتان باندھا، کسی کا مال کھایا، کسی کا خون بہایا اور کسی کو مارا پیٹا چنانچہ ان مظلوموں کو ظالم کی نیکیاں تقسیم کر دی جائیں گی، اگر اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں اور اسکے ذمے لوگوں کے حقوق اب باقی رہے تو مظلوموں کے گناہ اس پر لاد دیئے جائیں گے بالآخر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔'' ❸

---

❶ بخاری، المظالم: ۲۴۴۷۔ ❷ بخاری، المظالم: ۲۴۲۹۔

❸ مسلم، البر و الصله: ۲۵۸۱۔

محنت، مزدوری اور اسکے آداب

۲۲۔ ((مَا اَكَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ اَنْ يَّاكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ)) [1]

''کسی شخص نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے زیادہ پاک اور بہتر کھانا نہیں کھایا۔''

فوائد

معیشت کے بنیادی ذرائع تین ہیں زراعت، تجارت اور صنعت وحرفت۔ جو کمائی انسان کے ہاتھ سے حاصل ہوا سے مذکورہ حدیث میں بہتر اور پاکیزہ کہا گیا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام بھی اپنے ہاتھ کی کمائی ہی سے کھاتے تھے [2]

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بعثت ملنے سے پہلے چند قیراط کے عوض اہل مکہ کی بکریاں چرایا کرتے تھے [3]

ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ کونسی کمائی زیادہ پاک اور بہتر ہے تو آپ نے فرمایا:

''آدمی کا اپنے ہاتھ سے کوئی کام کرنا اور ہر تجارت جو دیانتداری سے ہو۔'' [4]

مطلب یہ ہے کہ سب سے اچھی کمائی تو وہ ہے جو خود اپنے دست وبازو اور محنت سے ہو اور اس تجارت کی کمائی بھی پاکیزہ ہے جو شریعت کے مطابق اور دیانتداری کے ساتھ ہو، محنت مزدوری کرنا بھی ہاتھ کی کمائی ہے اور مزدور کو اسکی پوری اجرت دینا، اسلامی تعلیمات کا اہم جزو ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''مزدور کا پسینہ ختم خشک ہونے سے پہلے پہلے اسکی اجرت دو۔'' [5]

اگر کوئی آدمی مزدور کو اجرت نہیں دیتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن اسکے مدمقابل اور مخالف ہونگے۔ الفاظ یہ ہیں:

''ایسا آدمی جس نے کسی کو مزدور بنا کر رکھا اور اس سے پورا کام لیا لیکن اسے پوری مزدوروی نہ دی (تو میں قیامت کے دن اس کا مخالف ہوں گا)۔'' [6]

---

[1] بخاری، البیوع: ۲۰۷۲۔ [2] بخاری، البیوع: ۲۰۷۳۔

[3] بخاری: الدجارہ: ۲۲۶۲۔ [4] مسند امام احمد، ص: ۱۴۱ ج ٤۔

[5] ابن ماجہ: الرھون: ۲٤٤۳۔ [6] بخاری، البیوع: ۲۲۲۷۔

روزی کے متعلق احتیاط

۲۳۔ ((يَأْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَايُبَالِي الْمَرْءُ مَا اَخَذَمِنْهُ اَمِنَ الْحَلاَ لِ اَمْ مِنَ الْحَرَامِ)) [1]

''لوگوں پر ایسا وقت ضرور آئے گا کہ انسان اپنی روزی کے متعلق حلال وحرام کی پرواہ نہیں کرے گا۔''

فوائد

دورِ حاضر میں ہمارے اندر حرص، طمع اور لالچ نے اس قدر جڑیں مضبوط کر رکھی ہیں کہ ہم باہمی لین دین کے معاملات میں افراط وتفریط کا شکار ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے حالات کے متعلق ہی بطور پیشین گوئی مذکورہ بالا حدیث بیان فرمائی ہے، چنانچہ ہمارے معاشرے کی اکثریت نے اپنی روزی کے متعلق حلال وحرام کی تمیز چھوڑ دی ہے، بس ایک ہی دھن سوار ہے کہ دولت کسی طرح جمع کی جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سود کے متعلق ایک مرتبہ فرمایا تھا:

''لوگوں پر وہ وقت آنے والا ہے کہ وہ بلا دریغ سود کا استعمال کرینگے۔ عرض کیا گیا آیا سب لوگ اس وبا میں مبتلا ہونگے؟ آپؐ نے فرمایا جو سود نہیں کھائے گا اسے سود کی غبار ضرور اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔'' [2]

اس حدیث کی روشنی میں جب ہم دیکھتے ہیں تو پوری دنیا کے لوگوں میں سود کچھ اس طرح سرایت کر گیا ہے جس سے ہر شخص شعوری یا غیر شعوری طور پر متاثر ہو رہا ہے، ان حالات میں اگر کوئی مسلمان پوری نیک نیتی کے ساتھ سود سے بچنا چاہے تو اسے قدم قدم پر الجھنیں پیش آتی ہیں، سودی دھندا کرنے والے ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں اور انہوں نے لوگوں کو پھنسانے کیلئے ہم رنگ زمین جال بچھا رکھے ہیں۔ ان سے بچاؤ کی صورت اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے حالانکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''لوگو! زمین میں جتنی بھی حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں، انہیں کھاؤ پیو۔'' [3]

---

[1] بخاری، البیوع: ۲۰۵۹۔

[2] مسند امام احمد، ص ۴۹۴ ج ۲۔ [3] البقرہ: ۱۶۸۔

لین دین کے معاملات میں نرمی کرنا

۲۴۔ ((رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلاً سَمْحًا اِذَا بَاعَ وَ اِذَا اشْتَرٰی وَ اِذَا اقْتَضٰی)) [1]

''اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو فروخت کرتے، خریدتے اور تقاضا کرتے وقت نرمی اور کشادہ دلی کا مظاہرہ کرے۔''

فوائد

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ لین دین کے معاملات میں انسانوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے، ان کیساتھ تنگی، ترشی اور بداخلاقی کا معاملہ نہیں کرنا چاہئے اور نہ ہی ان کے لئے مصیبت اور عذاب بننا چاہئے، ایک دوسری حدیث میں ہے ''اللہ تعالیٰ اس انسان کو بہت پسند کرتا ہے جو لینے، دینے اور خرید و فروخت کرنے میں نرمی کرتا ہے'' [2]

ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کو اس بنا پر جنت میں داخل کر دیا کہ وہ خریدتے، بیچتے، ادا کرتے اور طلب کرتے وقت نرم رویہ رکھتا تھا [3]

بہر حال جو شخص بھی اللہ کے بندوں کے ساتھ حسن معاملہ اور شفقت و نرمی کا مظاہرہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ یہی معاملہ فرمائے گا اور اس کا بدلہ جنت کی صورت میں دے گا۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ ایک شخص مالی معاملات میں لوگوں سے درگذر کرتا تھا تو اس کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ نے درگذر کا معاملہ کرتے ہوئے اسے معاف کر دیا [4]

معلوم ہوا کہ معاملات میں خوش اخلاقی بہت بڑی نیکی ہے۔ نیز یہ بھی حقیقت ہے کہ خوش اخلاق تاجر کے کاروبار میں بہت برکت ہوتی ہے، ہمیں ایسے معاملات میں دوسرے لوگوں کے ساتھ خندہ پیشانی اور کشادہ روئی سے پیش آنا چاہئے، نیز تنگ دلی اور خودغرضی سے اجتناب کرنا چاہئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی ایسے معاملات میں نرم رویہ اختیار کرتے تھے [5]

---

[1] بخاری، البیوع: ۲۰۷۶۔ [2] ترمذی، البیوع: ۱۳۱۹۔

[3] نسائی، البیوع: ۴۷۰۰۔ [4] مسند امام احمد، ص ۳۶، جلد ۲۔

[5] بخاری، الوکالۃ: ۲۳۰۵۔

تنگ دست کو مہلت دینا

۲۵۔ ((مَنْ اَنْظَرَ مُعْسِرًا اَوْ وَضَعَ عَنْهُ اَظَلَّهُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ)) [1]

''جو شخص کسی تنگ دست مقروض کو مہلت دیتا ہے یا قرض کو معاف کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے اپنے سایہ تلے جگہ دے گا۔''

فوائد

خرید و فروخت اور قرض وغیرہ جیسے لین دین کے معاملات میں رسول اللہ ﷺ نے اُس امت کی رہنمائی فرمائی ہے کہ ہر فریق کو دوسرے کی خیر خواہی اور رعایت کرنی چاہئے، جس پر کسی کا حق ہے وہ اسے ادا کرنے کی پوری پوری کوشش کرے اور جس کا کسی دوسرے پر حق ہے وہ اسکو وصول کرنے میں فراخدلی اور فیاضی سے کام لے۔ وہ اس معاملہ میں سخت اور بے لچک رویہ اختیار نہ کرے۔ اگر کسی نے غریب کو ادھار چیز فروخت کی ہے یا اسے قرض دیا ہے اور وہ اسے بروقت ادا نہیں کر سکا تو اسے مزید مہلت دی جائے یا اسے معاف کر دیا جائے۔ قرآن کریم نے اس سلسلہ میں واضح ہدایات دی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

''اگر تمہارا قرضدار تنگدست ہے تو اسے کشادگی تک مہلت دو اور تمہارا صدقہ کر دینا بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔'' [2]

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

''اگر کسی نے غریب تنگدست کو مہلت دی یا اسے قرض معاف کر دیا تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن کی تکلیفوں اور پریشانیوں سے نجات عطا کرے گا۔'' [3]

اس کی فضیلت دوسری حدیث میں یوں بیان کی گئی ہے

''جس آدمی کا کسی دوسرے شخص پر کوئی حق ہو اور وہ اسے دیر تک ادائیگی کی مہلت دیدے تو اس کو ہر دن کے عوض صدقہ کا ثواب ملے گا۔'' [4]

---

[1] صحیح مسلم، الزھد: ۳۰۰۶۔ [2] البقرہ: ۲۸۰۔

[3] مسلم، المساقاہ: ۴۰۰۰۔ [4] مسند امام احمد، ص ۴۴۳ ج ۴۔

کسی کے سودے پر سودا کرنا

۲۶۔ ((لَا يَبِيْعُ الرَّجُلُ عَلٰى بَيْعِ اَخِيْهِ)) [1]

''کوئی آدمی اپنے دوسرے بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے۔''

فوائد

ہمارا معاشرہ خرید و فروخت کے اعتبار سے بہت افراط و تفریط کا شکار ہے، ایک شخص اپنا سامان بیچ رہا ہے یا کوئی شخص کچھ خرید رہا ہے تو کسی کو اس امر کی اجازت نہیں ہے کہ وہ درمیان میں کود پڑے اور ان کی خرید و فروخت کو خراب کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث بالا میں امر کی وضاحت کی ہے کہ کسی آدمی کو اپنے دوسرے بھائی کی خرید و فروخت میں مداخلت کی اجازت نہیں، ایک دوسری حدیث میں مزید وضاحت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے اور کسی بھی مومن کیلئے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کی بیع پر بیع کرے۔'' [2]

ایک روایت میں ہے بھاؤ پر بھاؤ لگانے کی ممانعت کا بھی ذکر ہے۔ چنانچہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بھائی کے بھاؤ پر بھاؤ کرنے سے منع فرمایا ہے [3]

ہاں اگر خریدنے والا اس سے دستبردار ہو جائے تو پھر کسی دوسرے کو وہ چیز خریدنے کی اجازت ہے چنانچہ امام بخاری نے اس حدیث پر جو عنوان قائم کیا ہے اس میں اسکی صراحت ہے [4] حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ امام بخاری نے اس عنوان سے صحیح مسلم کی ایک حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں اجازت دینے یا ترک کرنے کی صراحت ہے [5]

اس طرح کچھ سودا خراب کرنے کیلئے بھاؤ زیادہ لگا دیتے ہیں حالانکہ ان کا مقصد چیز خریدنا نہیں ہوتا چنانچہ احادیث میں اسکی بھی ممانعت ہے [6]

---

[1] صحیح بخاری، البیوع: ۲۱۴۰۔ [2] مسلم، النکاح: ۱۴۱۴۔
[3] بخاری، شروط: ۲۷۲۷۔ [4] بخاری، البیوع باب ۵۸
[5] فتح البخاری ص ۴۴۶ ج ۴۔ [6] بخاری، البیوع: ۲۱۴۲۔

ناگہانی نقصانات کی تلافی

۲۷۔ ((اَرَأَیْتَ اِنْ مَنَعَ اللّٰہُ الثَّمَرَۃَ بِمَ یَأْخُذُ اَحَدُکُمْ مَالَ اَخِیْہِ)) [1]

''تم بتاؤ اگر اللہ تعالیٰ پھل کو ضائع کردے تو تم میں سے کوئی اپنے بھائی کا مال کس چیز کے عوض لے گا؟''

فوائد

ایک آدمی نے کسی سے باغ خریدا، پھر اس پر کوئی ناگہانی آفت مثلاً سیلاب، آندھی، بارش اور ژالہ باری ہوگئی، جس سے پھل ضائع ہوگیا تو باغ کے مالک کو چاہئے کہ خریدار سے نرمی کرتے ہوئے اس کی قیمت وصول نہ کرے، اگر کرلی ہے تو واپس کردے کیونکہ اگر یہ پھل مالک کے ہاں آسمانی آفت یا زمینی سیلاب سے ضائع ہو جاتا تو پھر بھی تو اسے برداشت کرنا ہی پڑتا لہٰذا اس صورت میں بھی اسے برداشت کرنا چاہئے، اگر وہ خریدار سے پھل کی قیمت وصول کرتا ہے تو یہ ناحق اور ناجائز ہے، ایک دوسری حدیث میں اسکے متعلق مزید وضاحت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص پھل فروخت کرے پھر خریدار کے ہاں اس کو کوئی آفت پہنچ جائے اور وہ پھل ضائع ہو جائے تو وہ اپنے بھائی سے اسکی قیمت نہ لے، آخر کس بنا پر اپنے بھائی کا مال کھائے گا۔'' [2]

اکثر اہل علم کا یہی موقف ہے کہ ناگہانی آفات کا نقصان معاف کرنا ضروری ہے لیکن کچھ حضرات کا کہنا ہے کہ طے شدہ سودے سے دستبردار ہونے کیلئے کسی پر دباؤ نہیں ڈالا جاسکتا لہٰذا بہتر ہے کہ نقصان کی تلافی کردی جائے۔ ان کا کہنا ہے کہ ناگہانی آفت کی نوعیت کو دیکھا جائے، اگر مجموعی طور پر ایک تہائی سے کم نقصان ہوا ہے تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا اور اگر نقصان ایک تہائی سے زیادہ ہے تو اسکی تلافی کردی جائے جو فروخت کنندہ کے ذمے ہے لیکن مذکورہ حدیث اس موقف کے خلاف ہے۔ نیز حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناگہانی آفات سے پہنچنے والے نقصانات کی تلافی کا حکم دیا ہے [3]

---

[1] صحیح بخاری، البیوع: ۲۱۹۸۔

[2] مسلم، المساقاہ: ۱۵۵٤۔ [3] نسائی: البیوع: ٤۵۳۳۔

خرید وفروخت میں دھوکے بازی

۲۸۔ ((مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّيْ)) ❶

''جو آدمی دھوکے بازی کرے وہ مجھ سے نہیں۔''

فوائد

اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ غلہ کے ڈھیر کے پاس سے گذرے جو ایک دکاندار کا تھا، آپ نے اپنا ہاتھ اس ڈھیر کے اندر داخل کر دیا تو آپ کی انگلیوں کو گیلا پن محسوس ہوا۔ آپ نے اس غلہ فروش دکاندار سے فرمایا کہ تمہارے ڈھیر کے اندر یہ تری کیسی ہے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! غلے پر بارش کی بوندیں پڑ گئی تھیں تو میں نے بھیگا ہوا غلہ نیچے کر دیا۔ آپ نے فرمایا ''اس بھیگے ہوئے غلے کو تو نے ڈھیر کے اوپر کیوں نہیں رہنے دیا تاکہ خریدنے والے لوگ اس کو دیکھ سکتے۔'' اس وقت آپ نے وہ الفاظ فرمائے جو حدیث بالا میں ہیں۔

بہرحال فروختنی چیز کا عیب چھپانا بہت بڑا جرم ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے اگر خرید و فروخت کرنے والے سچ بولیں اور ہر بات وضاحت سے بیان کر دیں تو ان کے سودے میں برکت ہوگی اور اگر وہ جھوٹ بولیں اور صورتحال چھپالیں تو ان کے سودے سے برکت اٹھ جائے گی ❷

فروخت کرنے والے کیلئے ضروری ہے کہ وہ جو چیز فروخت کر رہا ہے اسکے متعلق درست معلومات مہیا کرے۔ اگر اس میں کوئی نقص یا عیب ہے تو خریدار کو اس سے مطلع کرے، ایک مسلمان تاجر کیلئے قطعاً یہ جائز نہیں ہے کہ وہ عیب اور نقص والی یا دو نمبر چیز بتائے بغیر فروخت کرے۔ ایسا کرنا حرام ہے، سودے کا عیب چھپانے سے اللہ کی طرف سے ہونے والی برکت اٹھالی جاتی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ جس شخص نے عیب والی چیز کسی کے ہاتھ فروخت کی اور خریدار کو وہ عیب نہیں بتایا تو اس پر فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں ❸

---

❶ صحیح مسلم، الایمان: ۱۰۲ ❷ نسائی، البیوع: ٤٤٦٢۔

❸ ابن ماجه، التجارات: ۲۲٤۷۔

جھوٹی قسم اٹھا کے سودا بیچنا

۲۹۔ ((اِيَّاكُمْ وَ كَثْرَةَ الْحَلِفِ فِي الْبَيْعِ فَإِنَّهُ يُنَفِّقُ ثُمَّ يَمْحَقُ)) [1]

"سودا بیچتے وقت زیادہ قسمیں نہ اٹھایا کرو کیونکہ اس سے سامان تو بک جاتا ہے مگر برکت اٹھ جاتی ہے۔"

فوائد

خرید وفروخت اور تجارت کرتے وقت جھوٹی قسم تو ایک طرف رہی، سچی قسمیں بھی نہیں کھانا چاہئیں کیونکہ جب قسم کھانے کی عادت بن جائے تو سچ جھوٹ کا امتیاز نہیں رہتا، نیز اس طرح اللہ تعالیٰ کے نام کی حرمت بھی ختم ہو جاتی ہے، قسم اس وقت اٹھائی جاتی ہے جب اس کے بغیر کوئی اور چارہ کار نہ ہو، تجارت میں جھوٹ بولنے سے نہ صرف برکت اٹھ جاتی ہے بلکہ الٹا نقصان ہوتا ہے اور اسکے علاوہ ضمیر کی خلش الگ بے چین کرتی رہتی ہے، برکت اٹھ جانے کا مطلب یہ ہے کہ مال حرام ہو جائے گا اور کثیر ہونے کے باوجود ضروریات زندگی پوری نہیں کرے گا اور کسی بیماری یا پریشانی میں ضائع ہوتا رہے گا۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جو تاجر جھوٹی قسم اٹھا کر اپنا کاروبار چلاتا ہے وہ ان مجرمین میں شامل ہے جن کے بارے میں اللہ کا فیصلہ ہے

"وہ ان سے ہم کلام نہیں ہوگا اور نہ ہی قیامت کے دن ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا اور انہیں پاکیزہ قرار نہیں دے گا بلکہ انہیں دردناک عذاب سے دوچار کرے گا۔" [2]

جھوٹی قسم اٹھا کر سودا فروخت کرنا انتہائی قبیح حرکت ہے جسے شریعت نے پسند نہیں کیا تاہم اگر کوئی خرید وفروخت کرتے وقت قصداً قسم نہیں اٹھاتا بلکہ اتفاقاً منہ سے نکل جاتی ہے تو اسے چاہئے کہ اسکی تلافی کیلئے صدقہ کرے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے "اے تاجروں کی جماعت! تمہارے سودوں میں بلا قصد قسمیں اور فضول باتیں واقع ہوتی رہتی ہیں لہٰذا صدقہ کرتے رہا کرو" [3]

---

[1] مسلم، المساقاة: ۱۶۰۷۔ [2] نسائی، البیوع: ٤٤٦٧۔

[3] نسائی، البیوع: ٤٤٦٨۔

قرض کی سنگینی

۳۰۔ ((يُغْفَرُ لِلشَّهِيْدِ كُلُّ ذَنْبٍ، اِلَّا الدَّيْنَ)) ❶

''قرض کے علاوہ شہید کے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔''

فوائد

اخلاص کے ساتھ اللہ کی راہ میں شہید ہونا ایسا مقبول عمل ہے جو اسکے تمام گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے لیکن اگر اسکے ذمے قرض ہے تو اسکے حساب سے رہائی نہیں ہوگی کیونکہ یہ بندوں کا حق ہے جو بندے کے معاف کرنے سے معاف ہوگا، اس معاملہ میں اللہ کا قانون کس قدر بے لاگ اور سخت ہے وہ درج ذیل حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر میں اللہ کی راہ میں صبر و ثبات اور طلب ثواب کی نیت سے شہید کر دیا جاؤں کہ میں پیچھے نہ ہٹ رہا ہوں بلکہ پیش قدمی کر رہا ہوں تو کیا میری اس شہادت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ میرے تمام گناہ معاف کر دے گا، آپ ﷺ نے فرمایا ''ہاں''۔ جب وہ واپس لوٹنے لگا تو آپ ﷺ نے اسے آواز دے کر فرمایا کہ قرض کے علاوہ سب گناہ معاف ہو جائیں گے، یہ بات مجھے ابھی ابھی جبرئیل نے بتائی ہے۔ ❷

ایک دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سبحان اللہ، سبحان اللہ، سبحان اللہ کس قدر سخت وعید نازل ہوئی ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: وہ سخت وعید کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ قرض کے بارے میں ہے۔ اسکی وضاحت کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

مجھے اس ذات کی قسم ہے جسکے ہاتھ میں میری جان ہے اگر کوئی آدمی اللہ کی راہ میں شہید ہو جائے پھر زندہ ہو جائے پھر جہاد میں شہید ہو جائے، پھر زندہ ہو جائے، اسکے بعد زندہ ہو جائے پھر فی سبیل اللہ شہید ہو جائے اور اسکے ذمے قرضہ ہو تو وہ جنت میں اس وقت تک نہیں جائے گا جب تک اس کا قرض نہ ادا ہو جائے ❸

---

❶ صحيح مسلم، الإمارة: ۱۱۹/ ۱۸۸٦۔ ❷ صحيح مسلم، الإمارة: ۱۱۷/ ۱۸۸۵۔
❸ مسند امام احمد، ص ۲۹۰: جلد ۵۔

مسلمان کی خیر خواہی کرنا

۳۱۔ ((اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ)) 1

''دین خیر خواہی کا نام ہے۔''

فوائد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب مذکورہ بالا حدیث بیان کی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یارسول اللہ! کس کیلئے خیر خواہی کی جائے؟ آپ نے فرمایا یہ خیر خواہی اللہ، اسکے رسول، اہل اسلام حکمرانوں اور عام مسلمانوں کے ساتھ ہونی چاہیے۔

اللہ کے ساتھ خیر خواہی یہ ہے کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ اسکے علاوہ اسکی طرف سے آمدہ اوامر ونواہی کی فرمانبرداری کی جائے، رسول سے خیر خواہی یہ ہے کہ اسکی انتہائی تعظیم وتکریم کی جائے، اسے اللہ کا نمائندہ خیال کرتے ہوئے اسکی بات کو آخری اتھارٹی کے طور پر مانا جائے، اہل اسلام حکمرانوں سے خیر خواہی یہ ہے کہ شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے ان کا کہا مانا جائے، کھلے کفر کے علاوہ کسی بھی صورت میں ان سے بغاوت نہ کی جائے، عامۃ المسلمین سے خیر خواہی یہ ہے کہ انہیں دین سکھایا جائے، ان میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو رواج دیا جائے، نیز ان کی ضروریات کا خیال رکھا جائے چنانچہ حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نماز پڑھنے، زکوۃ دینے اور ہر مسلمان سے خیر خواہی کرنے پر بیعت کی 2

عربی زبان میں پھٹے ہوئے کپڑے کو پیوند لگانا نصیحت کہلاتا ہے۔ نیز جب شہد سے موم کو الگ کیا جائے تو اس وقت بھی نصیحت کا لفظ بولا جاتا ہے۔ شرعی طور پر کسی انسان کو اسکے عیوب پر اخلاص کے ساتھ مطلع کرنے کو نصیحت کہتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ ان کی پردہ دری مقصود نہ ہو، اگر خیر خواہی میں اخلاص نہ ہو تو اسے دھوکہ دہی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ بہر حال اللہ کے ہاں ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے کا جذبہ بہت محبوب عمل ہے۔

---

1 مسلم، الدیان: ۹۵۔ 2 بخاری، الایمان: ۵۷۔

صلہ رحمی

۳۲۔ ((اَلرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُوْلُ مَنْ وَصَلَنِيْ وَصَلَهُ اللّٰهُ وَ مَنْ قَطَعَنِيْ قَطَعَهُ اللّٰهُ)) ❶

''رحم عرش کے ساتھ معلق ہے، وہ عرض کرتا ہے جس نے مجھے جوڑا، اللہ اسے جوڑے اور جس نے مجھے توڑا اللہ اسے توڑے گا۔''

فوائد

اسلامی تعلیمات میں اہل قرابت کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے حقوق کی ادائیگی پر بہت زور دیا گیا ہے، اسے صلہ رحمی کہتے ہیں۔ رسول اللہ کا ایک خاص وصف جسے سیدۃ خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے کہ آپ صلہ رحمی کرتے تھے ❷ صلہ رحمی کی کچھ دنیوی برکات بھی احادیث میں بیان ہوئی ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جو شخص پسند کرتا ہے کہ اس کا رزق فراخ کر دیا جائے اور اسکی عمر دراز کردی جائے تو وہ صلہ رحمی کرے ❸

صلہ رحمی کی دو ہی صورتیں ہیں، ایک یہ کہ آدمی اپنی کمائی سے اہل قرابت کی مالی خدمت کرے اور دوسرے یہ کہ اپنی زندگی اور وقت کا کچھ حصہ ان کے کاموں میں صرف کرے، ہمارے ہاں اکثر خاندانی جھگڑے حقوق قرابت ادا نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں، قطع رحمی کس درجہ کا گناہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکے متعلق فرمایا ہے

''قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔'' ❹

اسلامی تعلیمات میں تو یہ ہے کہ قطع رحمی کرنے والوں کے ساتھ بھی صلہ رحمی کی جائے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

''صلہ رحمی کے بدلے میں صلہ رحمی کرنے والا ہی نہیں بلکہ صلہ رحمی کرنے والا تو وہ ہے کہ جب اسکے ساتھ قطع رحمی کی جائے تو وہ صلہ رحمی کرے۔'' ❺

---

❶ مسلم، البر و الصله: ٦٥١٩۔ ❷ بخاری، بدر الوحی: ٣
❸ بخاری،، الادب: ٥٩٨٦۔ ❹ بخاری، الادب: ٥٩٨٩۔
❺ بخاری، الادب: ٥٩٩١۔

اولاد کے حقوق

۳۳۔ ((فَاتَّقُوْا اللّٰہَ وَ اعْدِلُوْ بَیْنَ اَوْلَادِکُمْ)) [1]

''اولاد کے سلسلہ میں اللہ سے ڈرو اور ان کے ساتھ عدل و انصاف کا معاملہ کرو۔''

فوائد

اللہ کی طرف سے اولاد بہت بڑا عطیہ ہے جو والدین کو دیا جاتا ہے لہٰذا والدین پر بہت بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس عطیہ الٰہی کی پاسداری کریں اور ان کے حقوق کا خیال رکھیں، اولاد کے پیدا ہوتے ہی ان کے حقوق کا آغاز ہو جاتا ہے جو درج ذیل ہیں۔

(1) پیدا ہوتے ہی اسکے کان میں اذان دی جائے تاکہ وہ اللہ کے نام اور اسکی توحید سے آشنا ہو جائے

(2) کسی نیک اور صالح بندے سے خیر و برکت کی دعا کرائیں اور اسے گھٹی دلوائیں

(3) اس کا عقیقہ کیا جائے اور اچھا سا اسلامی نام تجویز کیا جائے

(4) اسکی تعلیم و تربیت کی طرف خصوصی توجہ دی جائے تاکہ وہ والدین کیلئے صدقہ جاریہ بن سکے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ [2]

اہل و عیال کو جہنم سے بچانے کی بہترین تدبیر یہ ہے کہ انہیں اسلامی تعلیم سے آراستہ کیا جائے اور ان کی تربیت پر خصوصی توجہ دی جائے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: اپنی اولاد کی عزت نفس کا خیال رکھو اور انہیں اچھے آداب و اخلاق سکھاؤ [3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس پر اللہ کی طرف سے بیٹیوں کی ذمہ داری ڈالی گئی تو اس نے ان کے ساتھ حسن سلوک کیا تو یہ بیٹیاں اسکے لئے آگ سے بچاؤ کا ذریعہ بن جائینگی [4]

---

[1] بخاری الصبه: ۲۵۸۷۔ [2] التحریم: ٦۔

[3] ابن ماجه، الادب: ۳٦۷۱۔ [3] بخاری، الادب: ۵۹۹۵۔

والدین کے حقوق

۳۴۔ ((إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوْقَ الأُمَّهَاتِ)) ❶

''اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی کرنے کو حرام کر دیا ہے۔''

فوائد

قرآن مجید میں بار بار اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ بعض مقامات پر اللہ کی عبادت کے ساتھ والدین سے حسن سلوک کو بیان کیا گیا ہے:

''تمہارے رب کا قطعی فیصلہ ہے کہ صرف اسی کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آو۔'' ❷

رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ والدین سے حسن سلوک کو بایں الفاظ بیان کیا:

''اسکی ناک خاک آلود ہو، اسکی ناک خاک آلود ہو، اسکی ناک خاک آلود ہو۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ! کس کی؟ آپ نے فرمایا جو اپنے والدین میں سے کسی ایک کو یا دونوں کو بڑھاپے کی حالت میں پائے پھر ان کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہوئے جنت میں داخل نہ ہو سکے۔'' ❸

ماں باپ اگر کافر بھی ہوں تو بھی ان کا حق خدمت ساقط نہیں ہوتا چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اگر وہ تجھے میرے ساتھ شرک کرنے پر مجبور کریں، جس کا تجھے علم نہیں تو ان کی بات کو نہ مانا جائے مگر دنیوی معاملات میں پھر بھی ان کے ساتھ حسن سلوک کرو۔'' ❹

ان کے فوت ہونے کے بعد حسن سلوک کی یہ صورت ہے کہ ان کے دوستوں سے اچھا برتاؤ کیا جائے۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

''آدمی کا اپنے والد کے فوت ہونے کے بعد اسکے دوستوں سے صلہ رحمی کرنا سب سے بڑی نیکی ہے۔'' ❺

---

❶ بخاری، الادب: ۵۹۹۰۔ ❷ بنی اسرائیل: ۲۳۔
❸ مسلم، البر و الصله: ۶۵۱۰۔ ❹ لقمان: ۱۵۔
❺ مسلم، البر والصله: ۶۵۱۵۔

خاوند کے حقوق

۳۵۔ ((اَلْمَرْأَۃُ رَاعِیَۃٌ عَلٰی بَیْتِ زَوْجِھَا وَھِیَ مَسْئُولَۃٌ)) [1]

''عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگران ہے، اس سے باز پرس کی جائے گی۔''

فوائد

انسانوں کے باہمی تعلقات میں میاں بیوی کے تعلق کی جو خاص نوعیت و اہمیت ہے وہ کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے، زندگی کا سکون اور دل کا اطمینان بڑی حد تک اسی تعلق کی خوشگواری پر موقوف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس تعلق کو اپنی معرفت کی ایک نشانی قرار دیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

''اللہ تعالیٰ کی یہ نشانی ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس سے تمہارے لئے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کردی۔'' [2]

اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی میں اس قدر کشش رکھ دی ہے کہ وہ ایک دوسرے سے الگ رہ کر سکون حاصل نہیں کر سکتے یعنی یہ دونوں ایک دوسرے کے طالب بھی ہیں اور مطلوب بھی۔ اس تعلق کا تقاضا ہے کہ بیوی اپنے شوہر کو سب سے بالاتر خیال کرے، اسکی وفادار رہے، اسکی خیر خواہی اور رضا جوئی میں کمی نہ کرے۔ نبی ﷺ نے بیوی کیلئے اسکے شوہر کو جنت اور دوزخ قرار دیا ہے [3] خاوند کی اطاعت گذاری بیوی کیلئے جنت اور اسکی دل آزاری کیلئے دوزخ کا باعث ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو کسی مخلوق کیلئے سجدے کا حکم دیتا تو بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے [4]

بلکہ رسول اللہ ﷺ نے شوہر کی خدمت گذاری کو بایں الفاظ بیان کیا ہے:

''جو عورت اس حال میں فوت ہوئی کہ اس کا شوہر اس سے راضی تھا تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔'' [5]

---

[1] بخاری، النکاح: ۵۱۸۸۔ [2] الروم: ۲۱۔

[3] مستدرک حاکم، ص۱۸۹ ج ۲۔

[4] ترمذی، الرضاع: ۱۱۵۹۔ [5] ابن ماجہ، النکاح: 1854

بیوی کے حقوق

٣٦۔ ((اِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا)) ❶

''تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔''

فوائد

اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے عبداللہ! مجھے تیرے متعلق یہ خبر پہنچی ہے کہ تم دن میں روزے سے ہوتے ہو اور رات کو نماز میں کھڑے رہتے ہو، کیا یہ صحیح ہے؟ انہوں نے عرض کیا اللہ کے رسول! یہ صحیح ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ایسا مت کرو، روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو، رات کو قیام بھی کرو اور آرام بھی کرو، یقیناً تمہارے جسم کا تم پر حق ہے، تمہاری آنکھ کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے ❷

میاں بیوی کا رشتہ بہت نزدکت کا حامل ہے، شیطان لعین کی انتہائی کوشش ہوتی ہے کہ اس میں دراڑ ڈال دی جائے، یہی وجہ ہے کہ اس کا کارندہ اگر میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کرانے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو ابلیس اسے گلے لگا کر اسکی حوصلہ افزائی کرتا ہے ❸

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لوگ! اپنی بیویوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو، تم نے انہیں اللہ کی امان کے ساتھ اپنے عقد میں لیا ہے، تمہارے ذمے مناسب طریقہ سے ان کے کھانے پینے اور لباس وغیرہ کا بندوبست کرنا ہے ❹

اس کا مطلب یہ ہے کہ شوہر اپنی حیثیت اور معاشرے کے دستور کے مطابق اپنی بیوی کی ضروریات کو پورا کرے، اس معاملہ میں بخل و کنجوسی سے کام نہ لے، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ایمان والا شوہر اپنی ایماندار بیوی سے نفرت نہیں کرتا، اگر اسکی کوئی عادت ناپسند ہوگی تو دوسری کوئی عادت پسند بھی ہوگی ❺

قرآن کریم نے بھی یہی تلقین کی ہے کہ بیویوں کے ساتھ مناسب طریقہ سے گذر بسر کرو ❻

---

❶ بخاري، الصوم: ١٩٧٤۔ ❷ بخاري، النكاح: ٥٠٩٩۔
❸ صحيح مسلم، المنافقين: ٢٨٠٣۔ ❹ مسلم، الحج: ١٢١٨۔
❺ مسلم: الرضاع: ٣٦٤٥۔ ❻ للنساء: ١٩۔

پڑوسی کے حقوق

۳۷۔ ((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَّا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ)) [1]

''وہ آدمی جنت میں نہیں جاسکے گا جسکی شرارتوں سے اسکے پڑوسی محفوظ نہ ہوں۔''

فوائد

انسان کا اپنے والدین، اپنی اولاد اور قریبی رشتہ داروں کے علاوہ ایک مستقل تعلق پڑوسیوں سے بھی ہوتا ہے، ان کے ساتھ تعلقات کی اچھائی یا بگاڑ کا زندگی کے چین وسکون اور اخلاق کے بناؤ بگاڑ پر بہت اثر پڑتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تعلق کو بڑی عظمت سے نوازا ہے اور اسکے اعزاز و احترام کی بہت تاکید کی ہے۔ درج بالا حدیث میں پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کو داخلہ جنت کی شرط قرار دیا ہے، ایک حدیث میں اس تعلق کو جزو ایمان قرار دیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا...... اللہ کی قسم! وہ شخص مومن نہیں، اللہ کی قسم! وہ شخص مومن نہیں، اللہ کی قسم! وہ شخص صاحب ایمان نہیں...... عرض کیا گیا یارسول اللہ! کون شخص؟ آپؐ نے فرمایا وہ آدمی جس کے پڑوسی اسکی ایذارسانیوں سے محفوظ نہیں ہیں [2]

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تعلق کی اہمیت کو بایں الفاظ اجاگر فرمایا:

''حضرت جبریل پڑوسی کے حق میں مجھے مسلسل وصیت وتاکید کرتے رہے یہاں تک میں خیال کرنے لگا کہ وہ اس کو میرا وارث قرار دے دیں گے۔'' [3]

پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی اس تاکید میں تمام پڑوسی شامل ہیں خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے متعلق حدیث میں ہے کہ ایک دن ان کے گھر بکری ذبح ہوئی تو انہوں نے گھر والوں سے کہا

تم لوگوں نے ہمارے یہودی پڑوسی کیلئے بھی گوشت کا ہدیہ بھیجا ہے، آپ اس جملہ کو بار بار دہراتے رہے [4]

---

[1] مسلم، الایمان: ۷۳۔ [2] بخاری، الادب: ۶۰۶۱۔

[3] بخاری، الادب: ۶۰۱۴۔ [4] ترمذی، البر والصلہ: ۱۹۴۳۔

مسلمانوں کے حقوق

۳۸۔ ((اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَ يَدِهٖ)) [1]

''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔''

فوائد

اس حدیث میں مسلمان کی ذمہ داری بیان کی گئی ہے کہ اسکی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان کو تکلیف نہیں ہونی چاہئے، اس میں زبان اور ہاتھ سے ایذا نہ پہنچانے کا حکم ہے کیونکہ ایذا کا تعلق اکثر انہی دو سے ہوتا ہے بصورت دیگر یہ مطلب نہیں ہے کہ پاؤں وغیرہ سے ایذا رسانی جائز ہے بلکہ مطلق طور پر ایذا رسانی حرام ہے، الغرض اسلام کا ہم سے مطالبہ ہے کہ بلاوجہ کسی مسلمان کو تکلیف نہ دی جائے، ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے مسلمان کو افضل قرار دیا جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوتے ہیں [2]

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر مسلمان، دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ خود اس پر ظلم وزیادتی کرے نہ دوسروں کا مظلوم بننے کیلئے اسے بے یارومددگار چھوڑے اور نہ اسکی تحقیر کرے [3]

اسلامی رشتے کی وجہ سے چند خاص حقوق بھی احادیث میں بیان ہوئے ہیں جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں، سلام کا جواب دینا، بیمار کی عیادت کرنا، جنازے کے ساتھ جانا، دعوت قبول کرنا اور چھینک آنے پر ''یَرْحَمُكَ اللّٰهُ'' کہہ کر اسکے لئے دعا رحمت کرنا۔'' [4]

یہ پانچ چیزیں ایسی ہیں جن سے وہ مسلمانوں کا باہمی تعلق ظاہر ہوتا ہے اور نشوونما پاتا ہے، اس لئے ان کا خاص اہتمام کیا جائے، دیگر احادیث میں ان پانچ کے علاوہ اور چیزوں کا بھی ذکر ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اور باتیں بھی ان حقوق میں شامل ہیں۔

---

[1] بخاری، الایمان: ۱۰۔
[2] مسلم، الایمان: ۱۶۳۔
[3] مسلم، البر والصلة: ۲۵۶٤۔
[4] صحیح بخاری، الجنائز: ۱۲٤۰۔

عام انسانوں کے حقوق

۳۹۔ ((مَنْ لَا یَرْحَمْ لَا یُرْحَمْ)) [1]

''اس شخص پر رحم نہیں کیا جائے گا جو خود کسی پر رحم نہیں کرتا۔''

فوائد

اس حدیث میں ان لوگوں کیلئے سخت وعید ہے جو دوسرے قابل رحم انسانوں کے ساتھ رحم نہیں کرتے اور ان کی تکلیف وضرورت کو محسوس کر کے اپنی ہمت کے مطابق ان کی مدد اور خدمت نہیں کرتے۔ ایک روایت کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے شخص کیلئے بددعا کی ہے جو دوسروں کو مصیبت میں دیکھ کر ان پر رحم نہیں کرتا، حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

''ایسے لوگ اللہ کی رحمت سے محروم رہیں جو دوسروں پر رحم نہیں کرتے۔'' [2]

واضح رہے کہ چوروں، ڈاکوؤں اور رہزنوں کو سزا دینا اور قاتلوں کو قصاص میں قتل کرنا حدیث میں بیان کردہ جذبہ ترحم کے خلاف نہیں ہے بلکہ یہ بھی انسانوں کے ساتھ رحم ہی کا تقاضا ہے، اگر انہیں سزا نہ دی جائے تو عوام ان کے ظلم وستم کا مزید نشانہ بنیں گے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اے عقل والو! تمہارے لئے قانون قصاص میں زندگی کا سامان ہے۔'' [3]

انسان ہونے کے ناطے سے تمام مصیبت زدہ قابل رحم ہیں، جو ایسے حالات میں دوسروں پر رحم کرتے ہیں اللہ ان پر اپنی رحمتیں نازل کرتا ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

''اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں پر رحم کرتا ہے جو دوسروں کے متعلق نرم گوشہ رکھتے ہیں۔'' [4]

ایک حدیث میں بڑے ہی بلیغ انداز میں زمین میں بسنے والی تمام مخلوق کے ساتھ رحم کی ترغیب دی گئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

تم زمین والی مخلوق کے ساتھ رحم کا معاملہ کرو آسمان والا تم پر رحمت کرے گا [5]

---

[1] صحیح بخاری، الادب: ٦٠١٣۔ [2] صحیح بخاری، التوحید: ٧٣٧٦۔

[3] البقرہ: ١٧٩۔ [4] صحیح بخاری، الجنائز: ١٢٨٤۔

[5] ترمذی، البر والصلة: ١٩٢٤۔

حیوانات کے حقوق

۴۰۔ ((فِیْ کُلِّ ذَاتِ کَبِدٍ رَطْبَۃٍ اَجْرٌ)) ❶

''بلاشبہ ہر جانور کے کھلانے پلانے میں ثواب ہے۔''

فوائد

حدیث کا سبب ورود یہ ہے کہ ایک آدمی راستے میں جا رہا تھا، اس دوران میں اسے شدت کی پیاس لگی، اس نے ایک کنواں دیکھا تو اس میں اتر کر اس نے پانی پیا، جب باہر نکلا تو اس نے ایک کتا دیکھا جو ہانپ رہا تھا اور شدت پیاس کی وجہ سے گیلی مٹی چاٹ رہا تھا، اس شخص نے خیال کیا کہ اس کتے کو پیاس سے وہی تکلیف پہنچی ہوگی جو مجھے پہنچی تھی چنانچہ وہ کنویں میں اترا، اپنے جوتے میں پانی بھرا اور منہ سے پکڑ کر اسے باہر لایا، پھر کتے کو پلایا، اللہ تعالیٰ نے اسکے عمل کی قدر کرتے ہوئے اسے بخش دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہمیں جانوروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا بھی اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا ''ہر تر جگر رکھنے والے کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے میں اجر ملے گا'' ❷

اسی طرح کا ایک واقعہ بدچلن عورت کے متعلق بھی احادیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کتے کو پانی پلانے کی وجہ سے اسے معاف کر دیا ❸

ان واقعات سے یہ سبق ملتا ہے کہ کتے جیسی مخلوق کے ساتھ بھی اگر اچھا برتاؤ کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کے حصول کا باعث ہوگا اور بندہ اس کا اجر و ثواب پائے گا، ایک حدیث میں مزید وضاحت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جو مسلمان کوئی پھلدار درخت لگاتا ہے پھر اس سے انسان اور حیوانات کھاتے ہیں تو لگانے والے کیلئے وہ صدقہ بن جاتا ہے ❹

ایک روایت میں پرندوں کے کھانے کا بھی ذکر ہے کہ اس سے بھی ثواب ملتا ہے ❺

ان احادیث سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسانوں کے علاوہ اللہ کے پیدا کئے ہوئے سب جانوروں، پرندوں اور چوپایوں کو کھلانا پلانا بھی صدقہ اور کارِ ثواب ہے۔

---

❶ صحیح بخاری، الادب: ۶۰۰۹۔ ❷ مسلم، السلام: ۲۲۴۴۔
❸ مسلم، السلام: ۲۲۴۵۔ ❹ بخاری، الادب: ۶۰۱۲۔
❺ بخاری، الحدث و المزروعة: ۲۳۲۰۔

باب سوم

اخلاق و کردار

اسلامی اخوت وہمدردی

٤١ ۔ ((اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا)) 1

''مومن دوسرے مومن کے لئے ایک دیوار کی طرح ہے جس کے اجزا ایک دوسرے کو مضبوط کرتے ہیں۔''

فوائد

اس امت کے افراد کو دینی اخوت اور مخلصانہ ہمدردی کی بناء پر ایک برادری کی حیثیت دی گئی ہے یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب اس کے افراد باہمی خیر خواہی اور بے لوث تعاون کے ذریعے ایک وحدت بنے رہیں اور ان کے دل آپس میں جڑے رہیں۔ رسول اللہ ﷺ مذکورہ بالا حدیث میں اسی حیثیت کو نمایاں کیا ہے چنانچہ آپ نے ایمان والوں کے اس باہمی تعلق کا نمونہ دکھانے کے لئے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال دیں اور بتایا کہ مسلمانوں کو اس طرح باہم مل کر ایک ایسی مضبوط دیوار بن جانا چاہئے جس کی اینٹیں باہم پیوستہ اور ایک دوسرے جڑی ہوئی ہوں اور ان میں کہیں خلا نہ ہو ایمان والوں کی یہی صفت قرآن مجید میں بایں الفاظ بیان ہوئی ہے۔

﴿رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾ 2

''وہ آپس میں ایک دوسرے کے لئے رحم دل ہیں۔''

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کی اسی حیثیت کو یوں نمایاں فرمایا ہے:

''ایمان والوں کو باہم ایک دوسرے پر رحم کھانے' محبت کرنے اور ایک دوسرے سے الفت رکھنے میں تم انسانی جسم کی طرح دیکھو گے جب اس کے کسی ایک عضو میں تکلیف ہو تو جسم کے باقی اجزا بھی بخار اور بے خوابی میں اس کے شریک ہوتے ہیں۔ 3

اس کا مطلب یہ ہے اہل ایمان میں باہم ایسی محبت و مروت ایسی ہمدردی اور ایسا ہی تعلق ہونا چاہئے کہ دیکھنے والی ہر آنکھ ان کو اس حال میں دیکھے کہ اگر ان میں سے کوئی ایک مصیبت میں مبتلا ہو تو سب اس کو اپنی مصیبت خیال کریں اور سب اس کی بے چینی میں شریک ہوں۔ واللہ المستعان

---

1 صحیح بخاری الادب: ٦٠٢٦۔ 2 الفتح: ٢٩۔

3 صحیح بخاری الادب: ٦٠١١۔

قیامت کے دن عرش کا سایہ پانے والے

٤٢۔ ((إِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ : أَيْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِيْ، اَلْيَوْمَ أُظِلُّهُمْ فِيْ ظِلِّيْ يَوْمَ لَاظِلَّ إِلَّا ظِلِّيْ)) [1]

''قیامت کے دن اللہ تعالی ارشاد فرمائیں گے میرے وہ بندے جو میری عظمت و جلال کی وجہ سے آپس میں محبت رکھتے تھے وہ کہاں ہیں؟ آج میں ان کو اپنے سایے میں جگہ دوں گا جب میرے سایے کے علاوہ اور کوئی سایہ نہیں ہے۔''

فوائد

اللہ تعالی قیامت کے دن علی رؤس الاشرماد اعلان فرمائیں گے کہ میرے وہ محبوب بندے کہاں ہیں؟ جو میری خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ یہ اعلان اس لئے ہوگا تاکہ اہل محشر دیکھ لیں کہ اللہ کے لئے محبت کرنے والوں کا مقام کیا اور کہاں ہے؟ اللہ تعالی انہیں اپنے سایہ میں جگہ دے گا۔ اس سے مراد غالباً اللہ کے عرش کا سایہ ہے جیسا کہ بعض روایات میں اس کی صراحت ہے۔ ایک دوسری روایت میں اللہ تعالیٰ کا سایہ پانے والوں کی تفصیل بیان ہوئی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فرمان ہے:

''سات قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں جگہ دے گا جس روز اس کے سایے کے علاوہ اور کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ انصاف کرنے والا حکمران' وہ نوجوان جو اپنے رب کی عبادت میں پروان چڑھے' وہ شخص جس کا دل مسجدوں میں اٹکا رہتا ہو' وہ دو شخص جو اللہ کے لئے دوستی کریں' جمع ہوں تو اللہ کے لئے اور جدا ہوں تو اللہ تعالیٰ کے لئے' وہ شخص جسے کوئی خوبرو اور معزز عورت برائی کی دعوت دے اور وہ کہہ دے میں اللہ سے ڈرتا ہوں' وہ شخص جو اس قدر پوشیدہ طور پر صدقہ دے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہ چلے کہ اس کا دایاں ہاتھ کیا خرچ کرتا ہے اور ساتواں وہ شخص جو خلوت میں اللہ کو یاد کرے تو بے ساختہ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں۔ [2]

واضح رہے کہ یہ اعزاز پانے والے صرف مرد ہی نہیں بلکہ خواتین بھی اس میں شامل ہیں۔

---

[1] مسلم البر دالصلہ:٢٥٦٦۔ [2] مسلم بخاری الاذان: ٦٦٠۔

محبت‘ ذریعہ قربت ومحبت

٤٣۔ ((اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ)) [1]

’’جو آدمی جس سے محبت رکھتا ہے وہ اس کے ساتھ ہوگا۔‘‘

فوائد

اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ایسے شخص کے متعلق کیا فرماتے ہیں جو ایک جماعت سے محبت کرتا ہے لیکن وہ ان کے ساتھ نہیں ہو سکا‘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو آدمی جس سے محبت رکھتا ہے وہ آخرت میں اس کے ساتھ کر دیا جائے گا۔ [2]

سائل کا مقصد بظاہر یہ دریافت کرنا تھا کہ جو شخص اللہ کے کسی خاص صالح بندہ سے یا اہل صلاح کے کسی گروہ سے محبت تو رکھتا ہے لیکن عمل وکردار میں ان کے قدم بقدم نہ چل سکے بلکہ ان سے کچھ پیچھے ہو تو اس کا انجام کیا ہوگا؟ آپ کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہ شخص عمل وکردار میں کچھ پیچھے ہونے کے باوجود اس گروہ کے ساتھ کر دیا جائے گا جن کے ساتھ اسے اللہ کے لئے محبت تھی اس کی مزید وضاحت درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے جسے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایک آدمی کو اللہ کے خاص بندوں سے محبت ہے لیکن وہ اس بات سے عاجز ہے کہ ان جیسے اعمال کر سکے اس کا انجام کیا ہوگا؟

’’رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابوذر! تمہیں جس سے محبت ہوگی تم اسی کے ساتھ ہوگے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا مجھے تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم انہی کے پاس اور انہی کے ساتھ رہو گے جن سے تم کو محبت ہے۔ یہ جواب سن کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے پھر اپنی بات دہرائی تو رسول اللہ ﷺ نے جواب میں پھر وہی ارشاد فرمایا جو پہلی دفعہ فرمایا تھا۔ [3]

بہر حال قیامت کے دن محبت کرنے والے خادم اپنے مخدومین کے ساتھ ہوں گے۔

---

[1] بخاری الادب: ٦١٦٠۔ [2] بخاری الادب: ٦١٦٩۔

[3] مسند امام احمد ص: ١٦٨ ج ٣۔

خوش اخلاقی

٤٤۔ ((اِنَّ خِیَارَ کُمْ اَحْسَنُکُمْ اَخْلَاقًا)) 1

''تم میں سب سے اچھے وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں۔''

فوائد

رسول اللہ ﷺ نے ایمان کے بعد جس چیز پر زیادہ زور دیا ہے وہ یہ ہے آدمی اخلاق حسنہ اختیار کرے اور برے اخلاق سے اجتناب کرے مذکورہ حدیث میں انسان کے بہتر اور اچھا ہونے کا یہ معیار بتایا گیا ہے کہ جس کا اخلاق اچھا ہے وہ بہتر اور اچھا انسان ہے خود رسول اللہ ﷺ کے متعلق قرآن کریم نے یہ شہادت دی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''یقیناً آپ اخلاق پر فائز ہیں۔'' 2

اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کی خوش اخلاقی اور نرم مزاجی کو اپنی خاص رحمت قرار دیا ہے۔فرمایا:

''یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے کہ آپ ان لوگوں کے لئے نرم مزاج واقع ہوتے ہیں اگر آپ تندرو اور سنگ دل ہوتے تو یہ سب تمہارے گردوپیش سے چھٹ جاتے۔'' 3

واضح رہے کہ ایمان کے بغیر اخلاق کی کوئی حیثیت نہیں ہے اگر کسی انسان میں ایمان کے بغیر خندہ روئی نظر آتی ہے تو وہ حقیقی اخلاق نہیں ہے ایمان کے ساتھ اخلاق حسنہ کی بہت قدر و قیمت ہے اور قیامت کے دن اس طرح کے اخلاق کا بہت وزن ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''قیامت کے دن مومن کی میزان عمل میں سب سے زیادہ وزنی چیز جو رکھی جائے گی وہ اس کے اچھے اخلاق ہوں گے۔ 4

نیز رسول اللہ ﷺ نے اخلاق حسنہ کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے فرمایا:

''تم دوستوں میں مجھے زیادہ محبوب وہ ہے جن کے اخلاق زیادہ اچھے ہیں۔'' 5

---

1 بخاری الادب: ٦٠٣٥۔ 2 القلم: ٤۔

3 آل عمران: ١٥٩۔ 4 ابو داود الادب: ٤٧٩٩۔ 5 بخاری الفضائل: ٣٧٥٩۔

خوش کلامی و بدکلامی

٤٥۔ ((اَلْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ)) [1]

''اچھی اور میٹھی بات بھی صدقہ ہے''

فوائد

کسی کے ساتھ اچھی بات شیریں انداز سے کرنا اس کے دل کی خوشی کا باعث ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے کسی بندے کے دل کو خوش کرنا بلاشبہ بہت بڑی نیکی اور عظیم صدقہ ہے اسی لئے رسول اللہ ﷺ اپنے متبعین کو خوش کلامی اور شیریں گفتاری کی بہت تاکید فرماتے تھے اور بدزبانی و سخت کلامی سے شدت کے ساتھ منع فرماتے تھے یہاں تک کہ بری بات کے جواب میں بری بات کہنے کو بھی ناپسند کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ کچھ بدخصلت یہودی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے اپنی فطری کجروی کی بنا پر آپ کو ''السام علیکم'' کہا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ تمہیں موت آئے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی اس گستاخی کے جواب میں فرمایا تمہیں موت آئے، تم پر اللہ کی لعنت اور اس کا غضب ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا انداز گفتگو سن کر فرمایا:

''عائشہ! اپنی زبان پر کنٹرول کرو، نرمی کا رویہ اختیار کرو سختی اور بدزبانی سے خود کو بچاؤ۔'' [2]

رسول اللہ ﷺ نے مومن کی شان بایں بھی الفاظ بیان کی ہے۔

''مومن بندہ زبان سے حملہ کرنے والا نہیں ہوتا اور نہ ہی لعنت کرنے والا، بدگو اور نہ گالی بکنے والا ہوتا ہے'' [3]

یعنی مومن کا شیوہ یہ ہونا چاہئے کہ اس کی زبان سے لعن طعن اور گالی گلوچ نہ نکلے بلکہ اختلاف و نزاع کے موقع پر گالیاں بکنے کو منافق کی نشانی بتایا گیا ہے۔ [4]

ہمیں چاہئے کہ خوش کلامی کے ذریعے دوسروں کے دل جیتیں، ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ ہماری بدزبانی اور سخت کلامی کی وجہ سے لوگ کنارہ کش رہیں۔

---

[1] صحیح بخاری الجهاد: ٢٩٣٩۔ [2] صحیح بخاری الجهاد: ٦٠٢٤۔

[3] ترمذی، البر والصله: ١٩٧٧۔ [4] بخاری الایمان: ٣٤۔

جود وسخا

٤٦۔ ((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ a اَجْوَدُ النَّاسِ)) ❶

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔''

فوائد

مکمل حدیث کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

''رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ سخاوت کرتے تھے۔ خصوصاً رمضان میں جب حضرت جبرائیل علیہ السلام سے آپ کی ملاقات ہوتی تو بہت زیادہ سخاوت کرتے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام رمضان میں ہر رات ملاقات کرتے اور آپ ان کے ساتھ قرآن مجید کا دور فرماتے تھے۔ الغرض رسول اللہ ﷺ صدقہ وخیرات اور سخاوت کرنے میں کھلی ہوا سے بھی زیادہ تیز رفتار ہوتے۔''

سخاوت کسی کے سوال کرنے پر دل کے نرم ہونے کی وجہ سے کوئی چیز دینے کا نام ہے جبکہ جود کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز جس کے لئے مناسب ہو اس کے مانگے بغیر ہی اسے دے دینا۔ کچھ اہل علم نے ان دونوں کے درمیان یہ فرق کیا ہے کہ سخاوت کا مطلب کچھ دے دینا اور کچھ اپنے لئے رکھ لینا ہے جبکہ جود کے معنی یہ ہیں کہ زیادہ دے دینا اور تھوڑا بہت اپنا لئے رکھ لینا ہے الغرض رسول اللہ ﷺ واقعی تمام لوگوں سے زیادہ سخاوت کرنے والے تھے کسی سائل کو واپس نہ کرتے اگر کسی سے قرض ہی لینا پڑتا تو ہی خیرات کا فیض عام جاری رکھنے کے لئے ایسا کر گزرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی سخاوت کا یہ عالم تھا جسے حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''کبھی ایسا نہیں ہوا کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی چیز کا سوال کیا گیا ہو اور آپ نے جواب میں ''نہیں'' فرمایا ہو۔ ❷

ایک دفعہ آپ کو کسی عورت نے خوبصورت چادر دی، آپ کو اس کی ضرورت بھی تھی۔ آپ نے اسے زیب تن کیا۔ یہ دیکھ کر کسی صحابی نے اس چادر کا سوال کر دیا آپ گھر گئے اور اسے اتار کر سائل کو دے دی۔ اس کی خواہش یہ تھی کہ یہ چادر میرا کفن بنے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ❸

---

❶ صحیح بخاری الوحی: ٦ ❷ صحیح بخاری الادب: ٦٠٣٤۔

❸ صحیح بخاری الادب: ٦٠٣٤۔

سلام کو عام کرنا

٤٧۔ ((تَقْرَاءُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفُ)) ❶

"ہر شخص کو سلام کہو خواہ تم اسے پہچانو یا نہ پہچانو۔"

فوائد

ملاقات کے وقت سلام کرنا ہمارے دین اسلام کا ایک شعار ہے۔ اگر ملنے والے پہلے سے متعارف اور شناسا ہیں تو سلام باہمی محبت والفت اور خیر اندیشی کا ذریعہ بنتا ہے اور اگر پہلے سے کوئی تعارف نہیں ہے تو یہ کلمہ ہی تعلق واعتماد اور خیر سگالی کا وسیلہ بنتا ہے۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے سلام کرنے کی بہت تاکید فرمائی اور اس کے فضائل بیان فرمائے ہیں چنانچہ ایک حدیث میں ہے

"تم جنت میں نہیں جا سکتے تاوقتیکہ پورے مومن نہ بن جاؤ' تمہاری زندگی ایمان والی نہیں ہو سکتی جب تک تم میں یگانگت نہ پیدا ہو جائے۔ فرمایا میں تمہیں وہ عمل نہ بتاؤں جس کے کرنے سے تمہارے درمیان محبت والفت پیدا ہوگی اور وہ یہ ہے کہ آپس میں سلام کو خوب پھیلاؤ۔" ❷

ایک حدیث کے مطابق مسلمان کا دوسرے مسلمان پر یہ حق بتایا گیا ہے کہ جب وہ دوسرے سے ملاقات کرے تو اسے سلام کرے۔ ❸ رسول اللہ ﷺ نے اس سلسلہ میں بہت تاکید کی ہے آپ نے فرمایا:

"جب تم میں سے کسی کی اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات ہو جائے تو چاہئے کہ اس کو سلام کرے۔ اگر اس کے بعد کوئی درخت' کوئی دیوار یا کوئی پتھر درمیان میں حائل ہو جائے اور اس کے بعد پھر سامنا ہو تو سلام کرے" ❹

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ شریعت میں سلام کہنے کی کس قدر اہمیت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا "بیٹا! جب تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تو سلام کرو یہ تمہارے لئے اور تمہارے اہل خانہ کے لئے باعث برکت ہوگا۔" ❺

---

❶ بخاری الاستیذان: ٦٢٣٦۔ ❷ مسلم الایمان: ٩٣۔ ❸ مسلم السلام: ٢١٦٢۔
❹ ابوداود الادب: ٥٢٠٠۔ ❺ ترمذی، الاستیذان: ٢٦٩٨۔

صبر کی اہمیت

۴۸۔ ((لَنْ تُعْطَوْا عَطَاءً خَيْرًا وَأَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ)) ❶

''تمہیں صبر سے بہتر اور اس سے بڑھ کر کوئی نعمت اللہ کی طرف سے نہیں ملی ہے۔''

فوائد

اللہ کی طرف سے آنے والی آزمائش کو اس کا فیصلہ سمجھ کر خوشی سے قبول کر لینے اور کسی قسم کا حرف شکایت زبان پر نہ لانے کا نام صبر ہے واقعی اس نعمت سے زیادہ بہتر اور وسیع کوئی نعمت نہیں ہے اللہ تعالی نے ایسے لوگوں کو بشارت دی ہے۔

آپ ایسے صبر کرنے والوں کو خوشخبری دیں کہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں

''ہم تو خود اللہ کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔'' ❷

مصیبت آنے پر رونے دھونے کے بعد تھک ہار کر چپ ہو جانا صبر نہیں ہے بلکہ صبر یہ ہے کہ پہلی چوٹ لگتے ہی اللہ کی رضا کے لئے اسے برداشت کرلے جیسا کہ حدیث میں ہے

''صبر وہی ہے جو ابتدا کے صدمہ میں ہو۔'' ❸

یہ الفاظ رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت کو وعظ کرتے ہوئے فرمائے جو قبر کے پاس اپنے کسی عزیز کی وفات پر رو رہی تھی۔ آپ نے مزید کہا اللہ سے ڈر اور صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑ۔ ❹

بہر حال صبر اللہ کی طرف سے بہت عجیب و غریب نعمت ہے رسول اللہ ﷺ نے اس قسم کے مرد مومن پر جو صبر کیش ہوتا ہے اظہار تعجب کیا ہے۔ آپ نے فرمایا:

''مومن کا معاملہ تو بہت ہی عجیب ہے کہ اس کی ہر ادا خیر پر مبنی ہے اور یہ اعزاز صرف مومن ہی کو حاصل ہے اگر اسے خوشی ملتی ہے تو تو وہ اس پر اللہ کا شکر بجا لاتا ہے اور یہ اس کے لئے نہایت ہی مفید ہے اور اگر کوئی پریشانی لاحق ہوتی ہے تو وہ اس پر صبر کرتا ہے تو صبر کرنے میں ہی اس کے لئے خیر و برکت ہے۔'' ❺

---

❶ بخاری الرقاق: ٦٤٧٠ ❷ ٢_البقرہ: ١٥٧_ ❸ بخاری الجنائز: ١٣٠٢_
❹ بخاری الجنائز: ١٢٥٢_ ❺ مسلم الزھد: ٢٩٩٩_

تحائف کا تبادلہ

۴۹۔((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقبَلُ الْهَدْيَةَ وَيُثِيْبُ عَلَيْهَا)) [1]

''رسول اللہ ﷺ ہدیہ قبول کرتے تھے اور اس کا بدلہ بھی دیتے تھے۔''

فوائد

ہدیہ وہ عطیہ ہے جو دوسرے کا دل خوش کرنے اور اس کے ساتھ اپنا تعلق خاطر ظاہر کرنے کے لئے دیا جاتا ہے لیکن اس سے رضا الٰہی مطلوب ہو۔ یہ تحفہ اگر اپنے کسی برخوردار کو دیا جائے تو اس کے ساتھ اپنی شفقت کا اظہار، اگر کسی دوست کو دیا جائے تو محبت میں اضافے کا باعث اور اگر اپنے کسی بزرگ کو دیا جائے تو ان کا احترام واکرام ہے۔ افسوس! اس امت میں باہمی تحائف کا تبادلہ بہت کم ہو گیا ہے حالانکہ ہدیہ دلوں کی کدورت دور کر کے باہمی محبت پیدا کرتا ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''ایک دوسرے کو تحائف بھیجا کرو کیونکہ ان سے دلوں کے کینے ختم ہو جاتے ہیں۔'' [2]

بلاشبہ مکارم اخلاق کا تقاضا یہی ہے لیکن آج ہم میں اس کریمانہ سنت کا رواج بہت کم نظر آتا ہے۔ بہرحال تحفہ دینے والے کا شکریہ بھی ادا کرنا چاہئے جیسا کہ حدیث میں ہے:

''جس نے احسان کرنے والے کا شکریہ ادا نہیں کیا وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر گزار نہیں ہے۔'' [3]

اس سلسلہ میں یہ بھی یاد رہے کہ ہدیہ دے کر واپس لینا بہت مکروہ حرکت ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے جو شخص ہدیہ دے کر اسے واپس لے اس کی مثال اس کتے کی سی ہے جس نے کوئی چیز کھائی جب خوب پیٹ بھر گیا تو اس کو قے کر کے نکال دیا پھر اسے چاٹنے لگا۔ [4]

---

[1] بخاری: ۲۵۸۵۔
[2] ترمذی، الولاء: ۲۱۳۰۔
[3] مسند امام احمد ص: ۲۵۸ ج ۲۔
[4] ابوداود، البیوع: ۳۵۳۹۔

نرم مزاجی

۵۰۔ ((مَنْ يُحْرَمِ الرِّفْقَ يُحْرَمِ الْخَيْرَ)) 1

''جوآدمی نرم مزاجی سے محروم کیا گیا وہ ہر قسم کی بھلائی سے محروم کر دیا گیا۔''

فوائد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان کی اچھائیوں اور بھلائیوں کا سرچشمہ اس کی نرم مزاجی ہے لہٰذا جو شخص اس سے محروم رہا وہ ہر قسم کی خیر اور بھلائی سے محروم رہے گا۔ کچھ لوگ اپنے مزاج میں سخت گیر ہوتے اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ سخت گیری ہی مقاصد میں کامیابی کی چابی ہے لہٰذا سختی سے انسان وہ کچھ حاصل کر لیتا ہے جو نرمی سے حاصل نہیں ہو سکتا جبکہ اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ وہ نرمی پر اس قدر دیتا ہے جس قدر سختی پر نہیں دیتا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''اللہ تعالیٰ خود مہربان ہے اور نرمی مہربانی کرنا اسے محبوب ہے۔ اور نرمی پر وہ اتنا دیتا ہے جتنا کہ سختی پر نہیں دیتا بلکہ نرمی کے علاوہ اتنا اور کسی چیز پر نہیں دیتا۔'' 2

اس حدیث کی روشنی میں ہمیں اپنے مزاج پر نظر ثانی کرنی چاہئے۔ اپنے تعلقات اور معاملات میں نرمی اور مہربانی کا رویہ اختیار کرنا چاہئے بلکہ جو انسان چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر مہربان ہو اور اس کے تمام کام پورے ہوں تو اسے دوسروں کے حق میں مہربان ہونا چاہئے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے متعلق فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے باعث آپ ان پر نرم دل ہیں اور اگر آپ تندرو سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے لہٰذا آپ ان سے درگذر کریں اور ان کے لئے دعا مغفرت کریں۔ 3

اس سے معلوم ہوا کہ نرمی اور مہربانی کی خصلت اللہ تعالیٰ کا ایک خاص عطیہ ہے۔

---

1 مسلم، البر الصلہ: ۲۵۹۲۔ 2 مسلم، البر الصلہ: ۲۵۹۳۔

3 آل عمران: ۱۵۹۔

زبان کی حفاظت

۵۱۔ ((مَنْ يَّضْمَنْ لِيْ مَا بَيْنَ لِحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ اَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ)) ❶

''جو شخص مجھے اس چیز کی جو اس کے دونوں جبڑوں اور دونوں ٹانگوں کے درمیان ہے، کی ضمانت دے دے تو میں اس کے لئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔''

فوائد

دنیا میں زیادہ جھگڑے اور فسادات زبان کی بے احتیاطی سے پیدا ہوتے ہیں بلکہ بڑے بڑے گناہوں کا منبع بھی اکثر زبان ہوتی ہے اس لئے رسول اللہ ﷺ نے زبان کی حفاظت کے متعلق بہت تاکید فرمائی کہ زبان کو قابو میں رکھا جائے اور ہر قسم کی بری باتوں بلکہ بے فائدہ اور لغو گفتگو سے بھی زبان کو لگام دی جائے چنانچہ ایک دفعہ ایک صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے نجات کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم اپنی زبان پر قابو رکھو۔ ❷

ایک دفعہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم جو باتیں کرتے ہیں کیا ان کی وجہ سے ہمارا مواخذہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا: اے معاذ! تجھے تیری ماں روئے، اکثر لوگوں کو جو چیز دوزخ میں منہ کے بل گرائے گی وہ ان کی زبان سے نکلی ہوئی بے باکانہ باتیں ہوں گی۔ ❸

رسول اللہ ﷺ نے زبان کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''ہر صبح تمام اعضا زبان کی منت سماجت کرتے ہیں کہ تو نے سیدھا رہنا ہے اگر تو سیدھی رہی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے اور اگر تجھ میں کجی آ گئی تو ہم بھی ٹیڑھے پن کا شکار ہو جائیں گے۔ ❹

لاابالی سے کہی گئی بات کا انجام بھی بسا اوقات برا ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بندہ ایک بات زبان سے نکالتا ہے اور اس کے متعلق غور و فکر نہیں کرتا۔ اس کی وجہ سے وہ دوزخ کے گڑھے میں اتنی دور جا گرتا ہے جس قدر مشرق اور مغرب کے درمیان مسافت ہے۔'' ❺

---

❶ صحیح بخاری، الرقاق: ٦٤٧٤۔ ❷ مسند احمد: ٥/ ٥٩۔ ❸ ابن ماجہ: ٣٩٧٣۔
❹ ترمذی الزھد: ٢٤٠٧۔ ❺ صحیح بخاری الرقاق: ٦٤٧٧۔

غصہ کے وقت نفس پر کنٹرول رکھنا

۵۲۔ ((لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرْعَةِ اِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِی يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ)) [1]

''پہلوان وہ نہیں جو مدمقابل کو پچھاڑ دے بلکہ شہ زور وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔''

فوائد

انسانی بری عادتوں میں غصہ انتہائی خطرناک عادت ہے۔ غصہ کی حالت میں انسان کو اللہ کی حدود کا خیال نہیں رہتا اور نہ اپنے نفع یا نقصان کا پتہ چلتا ہے بلکہ اگر یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ غصہ کے وقت شیطان کا داؤ جتنا چلتا ہے اتنا کسی دوسری حالت میں نہیں چلتا۔ گویا اس وقت انسان اپنے بس میں نہیں بلکہ شیطان کی مٹھی میں ہوتا ہے۔ مذکورہ حدیث میں اسی بات پر زور دیا گیا ہے کہ حقیقی طاقتور کہلانے والا وہی شخص ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر کنٹرول رکھے مبادا شیطان اس سے کوئی بیجا حرکت یا کوئی غلط کام کرانے میں کامیاب ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی یارسول اللہ! مجھے کوئی وصیت کیجئے تو آپ نے فرمایا:

''غصہ مت کیا کرو۔''

اس شخص نے پھر اپنی عرض بار بار دہرائی کہ حضرت مجھے اور وصیت کیجئے مگر آپ نے ہر دفعہ یہی فرمایا: ''غصہ مت کیا کرو۔'' [2]

شریعت کا یہ مطالبہ نہیں ہے کہ انسان کے دل میں غصہ کی کیفیت پیدا ہی نہ ہو بلکہ یہ مطالبہ ہے کہ ایسی کیفیت کے وقت نفس پر پورا پورا کنٹرول رہے۔ ایسا نہ ہو کہ انسان اس سے مغلوب ہو کر ایسی حرکتیں کرنے لگے جو شان بندگی کے خلاف ہوں۔ غصہ کے وقت کیا کرنا چاہئے؟ وہ درج ذیل حدیث میں موجود ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو چاہئے کہ بیٹھ جائے اگر غصہ ختم ہو جائے تو ٹھیک بصورت دیگر وہ لیٹ جائے۔'' [3]

---

[1] بخاری، الادب: ٦١١٤۔ [2] بخاری، الادب: ٦١١٦۔

[3] ابوداود، الادب: ٤٧٨٢۔

فخر و غرور

۵۳۔((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ)) [1]

''جنت میں ایسا کوئی شخص داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ایک ذرہ برابر تکبر ہوگا۔''

فوائد

تکبر اور غرور انتہائی گھٹیا حرکات ہیں۔ایک حقیر انسان کو تکبر کیونکر زیب دیتا ہے جو گندے اور ناپاک پانی سے پیدا ہوا ہے۔ اگر انسان اپنی اصلیت اور انجام پر نظر رکھے تو اس کے اندر فخر اور خود پسندی کے جراثیم ہرگز پیدا نہیں ہوں گے۔ یہ کس قدر سنگین جرم ہے اس کی وضاحت ایک قدسی حدیث میں ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''عزت' میری ازار ہے اور بڑا ہونا میری چادر ہے اور جو شخص اس سلسلہ میں مجھ سے کھینچا تانی کرے گا میں اسے عذاب دوں گا۔'' [2]

عام انداز کا تکبر جو لوگوں کی طبیعت میں ہوتا ہے اگر اللہ اسے معاف نہ فرمائے تو اس کی سزا جنت سے محرومی اور دخول جہنم ہو سکتی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے اس سلسلہ میں فرمایا:

''دوزخ اور جنت کا باہمی مناظرہ ہوا دوزخ نے کہا میرے اندر بڑے بڑے ظالم اور مغرور داخل ہوں گے جنت نے کہا میرے اندر کمزور اور ناتواں مسکین داخل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا تو میری رحمت ہے میں جس بندہ پر رحمت کرنا چاہوں گا وہ تیرے ذریعے کروں گا اور دوزخ سے کہا تو میرا عذاب ہے جسے میں سزا دینا چاہوں گا تیرے ذریعے عذاب دوں گا البتہ میں نے دونوں کو بھرنا ہے۔'' [3]

حق سے انکار کرنا اور دوسروں کو ذلیل خیال کرنا تکبر کے اجزا ترکیبی ہیں جیسا حدیث میں ہے

''تکبر یہ ہے کہ انسان حق کا انکار کر کے اسے دبا دے اور لوگوں کو حقیر خیال کرے۔'' [4]

---

[1] مسلم، الایمان: ۲۶۵۔ [2] ابن ماجه، الزهد: ٤١٧٤۔

[3] مسلم، الجنة: ٧١٧٢۔ [4] ابو داود، اللباس: ٤٠٩٢۔

بلا وجہ سوال کرنا ذلت ہے

٥٤۔ ((اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِنَ الْیَدِ السُّفْلٰی)) 1

''اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔''

فوائد

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ایک دفعہ منبر پر تشریف فرما تھے آپ نے صدقہ کرنے' سوال سے اجتناب اور دست سوال پھیلانے کا ذکر کیا۔ اس دوران آپ نے فرمایا اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا اور نیچے والا ہاتھ سوال کرنے والا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دینے والا کا مقام بلند اور عزت کا ہے اور بلا وجہ دست سوال دراز کرنے والے کے مقدر میں ذلت اور رسوائی ہے اس لئے مومن کو چاہئے کہ وہ خرچ کرنے والا بنے اور سوال کرنے کی ذلت سے خود کو بچائے رکھے۔

رسول اللہ ﷺ نے بلا وجہ مانگنے کی ذلت کو ایک دوسرے انداز سے بیان کیا ہے

''جو انسان مسلسل مانگتا رہتا ہے وہ قیامت کے دن اللہ کے پاس اس حالت میں جائے گا کہ اس کے چہرے پر کوئی گوشت کا ٹکڑا نہیں ہوگا۔'' 2

آپ نے اس مانگنے کی قباحت کو مزید نمایاں کیا کہ جو لوگوں سے اس لئے مانگتا ہے تا کہ اس کا مال زیادہ ہو جائے وہ اس سے آگ کے انگارے مانگتا ہے اب اس کی مرضی ہے کہ وہ زیادہ جمع کر لے یا کم اکٹھے کر لے۔ 3

افسوس کہ رسول اللہ ﷺ کی اس قدر ہدایات کے باوجود ہمارے معاشرہ میں پیشہ ور مانگنے والے گداگر موجود ہیں اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو عالم ہونے کے باوجود معزز قسم کی گداگری کرتے ہیں یہ لوگ سوال اور گداگری کے علاوہ دھوکہ دہی اور دین فروشی کا ارتکاب بھی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں اس قسم کی ذلت سے محفوظ رکھے۔ آمین

---

1 بخاری، الزکاۃ: ١٤٢٩۔ 2 مسلم، الزکاۃ: ١٠٣۔ 3 مسلم، الزکاۃ: ١٠٥۔

دورخاپن

۵۵۔ ((تَجِدُوْنَ شَرَّ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ذَاالْوَجْهَيْنِ الَّذِيْ يَاْتِيْ هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَهٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ)) [1]

''تم قیامت کے دن سب سے بری حالت میں دورخاپن رکھنے والے کو پاؤ گے جو کچھ کے پاس ایک چہرہ لے کر جاتا تو دوسروں کے پاس دوسرا چہرہ نمایاں کرتا ہے۔''

فوائد

دنیا میں بعض اخلاقی جرائم ایسے ہیں جنہیں ہم بہت ہلکا خیال کرتے ہیں لیکن اللہ کے ہاں بہت سنگین ہیں۔ غالباً اسی قسم کی برائیوں کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''تم اسے معمولی اور ہلکی بات خیال کرتے ہو حالانکہ اللہ کے ہاں وہ بہت سنگین اور بری حرکت ہے۔'' [2]

دورخاپن بھی اسی قبیل سے ہے ہم اسے معمولی خیال کرتے ہیں حالانکہ اللہ کے ہاں یہ انتہائی خطرناک گناہ ہے ہمارے معاشرہ میں اکثر یہ بدعادت پائی جاتی ہے کہ جب دو آدمیوں کے درمیان نزاع ہوتا ہے تو کچھ لوگ ہر فریق سے مل کر دوسرے کے خلاف باتیں کرتے ہیں یا جب وہ کسی سے ملتے ہیں تو اس کے ساتھ اپنے حق تعلق کا اظہار کرتے ہیں اور اس کی عدم موجودگی میں بدخواہی کی باتیں کرتے ہیں اس قسم کی عادت کو اردو زبان میں ''دورخاپن'' کہا جاتا ہے۔ یہ طرز عمل ایک طرح کی منافقت اور دھوکہ ہی ہے قیامت کے دن ایسے لوگ سخت ترین عذاب سے دوچار ہوں گے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''دنیا میں جو شخص دورخا ہوگا' قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔'' [3]

بہر حال ایسے لوگ اپنی عقل کے مطابق دانا بننے کی کوشش کرتے لیکن حقیقت میں اس قسم کے ابن الوقت اخلاقی پستی میں گرے ہوتے ہیں۔

---

[1] صحیح بخاری، الادب: ٦٠٥٨۔ [2] النور: ١٥۔ [3] ابو داود، الادب: ٤٨٧٣۔

خیانت کرنا

٥٦۔((اِنَّ بَعْدَکُمْ قَوْمًا یَخُوْنُوْنَ وَلَا یُؤْتَمَنُوْنَ)) ❶

''تمہارے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو خیانت کریں گے اور ان پر اعتبار نہیں کیا جائے گا۔''

فوائد

کسی امانت میں خیانت کرنا ایک سنگین جرم ہے امانت میں خیانت کرنا منافق انسان کی علامتوں سے ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ❷ رسول اللہ ﷺ نے اہل جہنم کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ شخص بھی جہنمی ہے جو طمع اور لالچ کا پتلا ہو اور وہ معمولی سے معمولی چیز میں بھی خیانت کا عادی ہو۔ ❸ اس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے

''اے ایمان والو! تم دیدہ دانستہ اللہ اور اس کے رسول کی خیانت نہ کرو اور نہ ہی تم آپس کی امانتوں میں خیانت کرو۔'' ❹

امانتوں میں خیانت کا دائرہ بہت وسیع ہے، خیانت کی قسمیں یہ ہیں:

☆ کسی کے مال اور اس کی رقم میں خیانت کرنا، کسی کے راز افشاں کرنا

☆ خاوند بیوی کا ایک دوسرے کی باتیں دوسروں کو بتانا جن پر اللہ تعالیٰ نے پردہ ڈالا ہے۔

☆ اپنے منصب اور عہدے سے ناجائز فائدہ اٹھانا بھی بدترین قسم کی خیانت ہے۔

☆ اپنی اولاد اور اپنے تلامذہ کی صحیح تربیت سے پہلوتہی کرنا بھی سنگین قسم کی خیانت ہے۔

الغرض خیانت کئی طرح کی ہوتی ہے اور اس کی ہر قسم ہی بری اور قبیح ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس شخص نے تجھے امانت دار خیال کر کے اپنی امانت تیرے حوالے کی ہے تم اسے بروقت ادا کرو اور جس نے تیری خیانت کی ہے تو اس کی خیانت نہ کر۔'' ❺

اللہ تعالیٰ نے بھی ہمیں امانتوں کو صحیح طور پر ادا کرنے کا حکم دیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ جو لوگ امانتوں کے حقدار ہیں انہیں امانتیں ادا کرو۔'' ❻

---

❶ بخاری، الشهادات: ٢٦٥١۔ ❷ صحيح بخاری، الايمان: ٣٣۔

❸ مسلم الجنة: ٧٢٠٧۔ ❹ الانفال: ٢٧۔ ❺ ترمذی، البيوع: ١٢٦٤۔ ❻ النساء: ٥٨

جھوٹے خواب بیان کرنا

٥٧۔ ((اِنَّ مِنْ اَفْرَی الْفِرَی اَنْ یُرِیَ عَیْنَہٗ مَالَمْ تَرَ)) ❶

''سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ انسان ایسا خواب بیان کرے جو اس نے دیکھا ہی نہیں ہے۔''

فوائد

جھوٹ ایک ایسی مہلک بیماری ہیں کہ اس سے بے شمار معاشرتی برائیاں جنم لیتی ہیں جھوٹا انسان بظاہر غلط بیانی کر کے اپنا کوئی فائدہ حاصل کر لیتا ہے یا کسی نقصان سے بچ جاتا ہے لیکن جب اس کا جھوٹ ظاہر ہو جاتا ہے تو اسے انتہائی رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ معاشرے میں ایسے بے شمار لوگ ہیں جن کے جھوٹے کردار کی وجہ سے خود اہل خانہ بھی ان پر اعتماد نہیں کرتے۔ جھوٹ کی سنگینی کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

''انسان سے اسلام لانے کے بعد ہر گناہ کا صدور ممکن ہے لیکن جھوٹ اور خیانت کا ارتکاب اس سے انتہائی بعید ہے۔'' ❷

جھوٹے خواب بیان کرنا بھی جھوٹ کی بدترین قسم ہے۔ کچھ لوگ جھوٹے خواب بیان کر کے اپنے تقدس کو بزور منوانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے اسے بدترین جھوٹ قرار دیا ہے بلکہ آپ نے ایسا کام کرنے کے متعلق سخت وعید بیان کی ہے۔ آپ نے فرمایا:

''جس شخص نے دیکھے بغیر جھوٹا خواب بیان کیا قیامت کے دن اسے جو کے دو دانوں کے درمیان گرہ لگانے پر مجبور کیا جائے گا لیکن وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکے گا۔'' ❸

ان احادیث کے پیش نظر ہمیں جھوٹ سے اجتناب کرنا چاہئے خاص طور پر اپنی بزرگی ثابت کرنے کے لئے جھوٹے خواب بیان کرنے سے گریز کیا جائے خواتین میں اس طرح کی بری عادت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ کام سنگین جرم ہے قیامت کے دن اس کے متعلق باز پرس ہوگی۔

---

❶ بخاری، التعبیر: ٧٠٤٣۔ ❷ مسند امام احمد: ٥/ ٢٥٢۔
❸ بخاری، التعبیر: ٧٠٤٢۔

سخت گوئی اور درشت خوئی

۵۸۔ ((اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ؟ كُلِّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ)) [1]

''کیا میں تمہیں اہل جہنم کی خبر نہ دوں؟ وہ تند خو، بدمزاج اور متکبر انسان ہے۔''

فوائد

جس شخص کے مزاج اور رویے میں سختی ہوگی وہ اپنے گھر والوں، بیوی، بچوں، عزیزوں اور قریبی رشتے داروں کے لئے سخت ہوگا۔ پڑوسی بھی اس کی سختی سے تنگ ہوں گے۔ اگر وہ استاد ہے تو شاگردوں کے لئے بھی تنگ دل ہوگا۔ اگر وہ حاکم ہے تو محکوم اور ماتحت عملے کے لئے وبال جان ہوگا الغرض زندگی میں جہاں اور جن جن سے اس کا واسطہ پڑے گا ان کے ساتھ وہ سختی کا مظاہرہ کرے گا اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کی زندگی خود اس کے لئے اور اس کے ساتھ تعلق رکھنے والوں کے لئے مستقل عذاب ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ نے مذکورہ حدیث میں اہل جہنم کی صفات سے آگاہ کر کے ہمیں خبردار کیا ہے کہ ایسی صفات سے اجتناب کرنا چاہئے جو جہنم میں جانے کا باعث ہیں۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''سخت گو اور درشت خو آدمی جنت میں نہیں جائے گا۔'' [2]

احادیث میں بعض اوقات کسی برے عمل یا بری عادت کی شناعت وقباحت بیان کرنے کے لئے یہ انداز اختیار کیا جاتا ہے کہ اس عمل والا آدمی جنت میں نہیں جائے گا۔ مقصد یہ ہوتا ہے کہ یہ کردار شان ایمان کے خلاف ہے اور جنت کے راستہ میں ایک رکاوٹ ہے، جنت کے طلبگار اہل ایمان کو اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔ اس کے مقابلے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''کیا میں تمہیں ایسے شخص کی خبر نہ دوں جو دوزخ کے لئے حرام اور دوزخ اس پر حرام۔

وہ ہر شخص جو نرم مزاج، نرم خو اور لوگوں سے قریب ہونے والا ہو۔'' [3]

اللہ تعالیٰ ہمیں اہل جہنم کی عادات سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

---

[1] بخاری، الادب: ٦٠٧١۔ [2] ابوداود، الادب: ٤٨٠١۔

[3] ترمذی، القیامۃ: ٢٤٨٩۔

جھوٹی قسم کھانا

۵۹۔ ((اَلْکَبَائِرُ: اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ وَ قَتْلُ النَّفْسِ وَالْیَمِیْنُ الْغَمُوْسُ)) ❶

’’اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، ناحق کسی کو موت کے گھاٹ اتارنا اور جھوٹی قسم کھانا کبیرہ گناہوں سے ہے۔‘‘

فوائد

جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا مہلک ترین کبیرہ گناہ ہے' شرعی اصطلاح میں اسے ’’یمین غموس‘‘ کہا جاتا ہے۔ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے غموس کی یوں تعریف کی ہے:

’’وہ جھوٹی قسم جس کے ذریعے کسی مسلمان کا مال ناجائز طور پر ہتھیا لیا جائے۔‘‘

جھوٹی قسم کھا کر دوسروں کا مال ہڑپ کر جانا تین جرائم کے برابر ہے جو حسب ذیل ہیں

اس انسان نے اللہ تعالیٰ کی عزت و کبریائی کو داؤ پر لگایا۔

دوسرے کا مال چھین کر خود اپنے آپ پر ظلم کیا۔ ❷

جس شخص کا مال ہڑپ کیا، اس پر بھی ظلم و ستم روا رکھا

اس سلسلہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

’’بے شک وہ لوگ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی سی قیمت کے عوض بیچ دیتے ہیں تو ایسے لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے نہ تو کلام کرے گا اور نہ ہی ان کی طرف دیکھے گا نیز انہیں گناہوں سے پاک نہیں قرار دے گا بلکہ انہیں تکلیف دہ عذاب ہوگا۔‘‘ ❸

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے بازار میں اپنا مال رکھا اور ایک مسلمان کو پھانسنے کے لئے جھوٹی قسم کھا کر کہنے لگا کہ اس مال کی اتنی اتنی رقم ملی تھی حالانکہ یہ بات غلط تھی تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت نازل فرمائی۔ ❹

---

❶ بخاری، الایمان والنذور: ٦٦٧٥۔ ❷ بخاری، استتابة المرتدین: ٦٩٢٠۔

❸ آل عمران: ٧٧ ❹ بخاری، التفسیر: ٤٥٥١۔

پڑوس سے بدسلوکی کرنا

٦٠۔((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلَا يُؤْذِيْ جَارَهُ)) 1

''جو شخص اللہ پر ایمان اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہو اسے چاہئے کہ وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے۔''

فوائد

دین اسلام معاشرتی زندگی میں مل جل کر رہنے کی تاکید کرتا ہے لیکن افسوس کہ جب سے ہم لوگوں نے کوٹھیوں اور بنگلوں میں رہائش اختیار کی ہے ہم اپنے ہمسائے کی غمی اور خوشی سے قطعی طور پر بے خبر رہتے ہیں بلکہ اسے تکلیف دینے کے درپے رہتے ہیں۔ حالانکہ ایسا کرنا ایک کبیرہ گناہ ہے اور اس کے متعلق شریعت میں بہت وعید آئی ہے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''اللہ کی قسم! وہ شخص مومن نہیں، اللہ کی قسم! وہ شخص مومن نہیں، اللہ کی قسم! وہ شخص مومن نہیں، عرض کیا گیا کون، یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: وہ شخص جس کے پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہوں۔'' 2

پڑوسی کو تکلیف دینے اور بدسلوکی کرنے کی مندرجہ ذیل صورتیں عام ہیں

☆ اپنے گھر کی صفائی کر کے کوڑا کرکٹ اور کچرا پڑوسی کے دروازے پر پھینک دینا۔

☆ اپنے گھر کی کھڑکی ہمسایے کی طرف کھولنا جس سے اس کی پردہ دری ہوتی ہو۔

☆ مشترکہ دیوار کو اتنا اونچا کرنا کہ ہمسایہ دھوپ، روشنی اور ہوا سے محروم ہو جائے۔

☆ وہ اپنی ضرورت کے لئے مشترکہ دیوار پر لکڑی لگانا چاہئے لیکن اسے منع کر دیا جائے۔

☆ اپنے گھر میں اس قدر پریشان کن شور شرابا کرنا جس سے ہمسایہ تنگ ہو جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے ہمسایہ کی ایذا رسانی اور اس کی سنگینی کو بایں الفاظ بیان کیا ہے:

''جس شخص کی ایذا رسانی سے اس کا ہمسایہ امن میں نہ ہو وہ جنت میں نہیں جائے گا۔'' 3

ہمیں چاہئے کہ اپنے پڑوسی کا خیال رکھیں اور اس کی ایذا رسانی سے اجتناب کریں۔

---

1 بخاری، النکاح: ٥١٨٥۔ 2 بخاری، الادب: ٦٠١٦۔ 3 مسلم، الایمان: ٧٣۔

باب چہارم

احکام و مسائل

قبلہ کا احترام

۶۱۔ ((اِذَا اَتَيْتُمَ الْخَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْهَا وَلٰكِنْ شَرِّقُوْا اَوْ غَرِّبُوْا)) ❶

''قضاء حاجت کے وقت قبلہ رخ مت بیٹھو اور نہ ہی اس کی طرف پشت کرو بلکہ مشرق یا مغرب کی جانب پھر جاؤ۔''

فوائد

مکہ مکرمہ کے جنوب کی جانب مدینہ طیبہ واقع ہے۔ اس لئے مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرنے کی اجازت اسی خطے کے ساتھ خاص ہے۔ ہمارے ہاں چونکہ قبلہ مغرب کی جانب ہے اس لئے ہمیں شمال یا جنوب کی طرف منہ کرنا ہوگا۔ مذکورہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے مطلق طور پر قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پشت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ لہٰذا آبادی یا صحراء میں قضا حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پشت نہیں کرنا چاہئے چنانچہ راوی حدیث حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم شام کے علاقے میں آئے تو وہاں ہم نے ایسے بیت الخلاء دیکھے جو کعبہ کی جانب بنے ہوئے تھے تو ہم احترام کعبہ کے پیش نظر دوسری جانب پھرنے کی کوشش کرتے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے تھے۔ ❷

اس کا مطلب یہ ہے کہ جس قدر ممکن ہوتا اپنا رخ دوسری طرف کرنے کی کوشش کرتے اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے معافی بھی مانگتے کہ جس قدر ہم سے ممکن تھا ہم نے قضاء حاجت کے وقت کعبہ سے انحراف کی کوشش کی ہے جو ہمارے بس میں نہ تھا ہم اس کی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے ہیں، اگرچہ اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ایک عمل پیش کیا جاتا ہے کہ آپ قضاء حاجت کے وقت شام کی طرف منہ اور کعبہ کی طرف پشت کئے ہوئے تھے۔ ❸ اس سے معلوم ہوتا ہے آبادی یا عمارتوں میں یہ پابندی ضروری نہیں تاہم بیت اللہ کی تقدیس اور تعظیم کا تقاضا یہی ہے کہ مطلق طور پر قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پشت نہ کی جائے۔ نیز رسول اللہ ﷺ کا اپنا کوئی بھی عمل امت کو دیئے ہوئے حکم خاص کے مخالف نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم

---

❶ بخاری الصلاۃ: ۳۹۴۔ ❷ بخاری، حوالہ سابقہ۔ ❸ بخاری الوضوء: ۱۴۵۔

دوران جماعت صف بندی

٦٢۔ ((اَقِیْمُوْا صُفُوفَكُمْ فَاِنِّیْ اَرَاكُمْ خَلْفَ ظَهْرِیْ)) ❶

''دوران جماعت اپنی صفوں کو سیدھا رکھا کرو میں تمہیں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔''

فوائد

صفوں کو کیسے سیدھا کیا جائے اس کے متعلق حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ہم میں سے ہر ایک اپنا کندھا اپنے ساتھی کے کندھے کے ساتھ اور اپنا پاؤں اپنے ساتھی کے پاؤں سے ملا کر کھڑا ہوتا تھا۔ ❷

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے صف بندی کی کیفیت کو بایں الفاظ بیان کیا ہے ہم میں سے ہر آدمی اپنے ٹخنے کو دوسرے ساتھی کے ٹخنے کے ساتھ ملا کر کھڑا ہوتا تھا۔ ❸

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے صف بندی کی مذکورہ کیفیت اس وقت بیان کی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا ''صفوں کو سیدھا کرو'' آپ نے تین دفعہ ان الفاظ کو دہرایا، اللہ کی قسم! صفوں کو سیدھا رکھو، بصورت دیگر اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں ٹیڑھ پن پیدا کر دے گا۔ ❹ بعض روایات میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ منقول ہیں کہ اگر میں آج اپنے ساتھی کے قدم سے قدم اور ٹخنے سے ٹخنا ملانے کی کوشش کرتا ہوں تو وہ سرکش خچر کی طرح بدکتا اور دور بھاگتا ہے۔ ❺

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کا عہد ختم ہوتے ہی مسلمان اس سنت سے غافل ہو گئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق صفوں کو سیدھا کرنے اور قدم سے قدم ملانے کا عمل ایک اجنبی عمل بن گیا تھا۔ جس پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اظہار افسوس کرنا پڑا امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صف میں کوئی شگاف نہیں چھوڑنا چاہئے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ ❻ افسوس کہ آج یہ عمل متروک ہوگیا ہے حالانکہ یہ کوئی اختلافی مسئلہ نہیں ہے۔

---

❶ بخاری، الاذان: ٧١٨۔ ❷ بخاری، الاذان: ٧٢٥۔

❸ بخاری، الاذان، قبل الحدیث: ٧٢٥۔ ❹ ابوداود، الصلاۃ: ٦٦٢۔

❺ فتح الباری: ٢/ ٢٧٤۔ ❻ کتاب الآثار: ١/ ١٩٢۔

دوران جماعت مقتدیوں کا خیال رکھا جائے

۶۳۔ ((اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ النَّاسَ فَلْيُخَفِّفْ)) 1

''جو شخص دوسروں کی امامت کرائے اسے چاہیے کہ تخفیف سے کام لے۔''

فوائد

دوران جماعت امام کو چاہیے کہ وہ مقتدی حضرات کا خیال رکھے، کیونکہ ان میں ناتواں، بوڑھے، بیمار اور حاجت مند بھی ہوتے ہیں۔ تخفیف کا یہ مطلب نہیں کہ وہ خشوع وخضوع کے بغیر اطمینان اور اعتدال کا لحاظ نہ رکھتے ہوئے جلد از جلد نماز کو سمیٹ لے بلکہ وہ صرف قراءت میں تخفیف کرے گا۔ رکوع اور سجود کو پورا کرنا ہوگا چنانچہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں ایک عنوان بایں الفاظ قائم کیا ہے۔

امام کو صرف قیام میں تخفیف کرنی چاہیے البتہ رکوع اور سجدہ کو پورا کرنا ہوگا۔ 2

خود رسول اللہ ﷺ کا معمول یہ تھا کہ آپ نماز لمبا کرنا چاہتے تھے لیکن اپنے پیچھے کسی بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز کو مختصر کر دیتے کیونکہ اس کے رونے سے ماں کی پریشانی کو آپ جانتے تھے۔ 3

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ایک شخص نے آپ سے شکایت کی کہ میں صبح کی نماز سے دانستہ پیچھے رہتا ہوں کیونکہ ہمارے امام بہت لمبی قراءت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ یہ سن کر بہت ناراض ہوئے، آپ نے غضبناک ہو کر فرمایا:

تم میں سے کچھ نفرت پیدا کرتے ہیں، جو شخص دوسروں کی امامت کرائے اسے چاہیے کہ تخفیف سے کام لے کیونکہ لوگوں میں ناتواں، بوڑھے اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں۔ 4

ان احادیث کے پیش نظر مقتدی حضرات کا خیال رکھتے ہوئے مختصر قراءت اور مختصر اذکار سے نماز کی طوالت کو کم کیا جا سکتا ہے لیکن اس کی ادائیگی مکمل خشوع اور اطمینان ہونا چاہیے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز کو مختصر مگر مکمل پڑھا کرتے تھے۔ 5

---

1 بخاری الاذان: ۷۰۳۔ 2 بخاری، الاذان باب نمبر ۶۔

3 بخاری، الاذان: ۷۰۵۔ 4 بخاری الاذان: ۷۰۲۔ 5 بخاری الاذان: ۷۰۶۔

فطرانہ کی ادائیگی

٦٤۔ ((اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِزَکَاۃِ الْفِطْرِ قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَی الصَّلَاۃِ)) ❶

''رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ فطرانہ، نماز عید سے پہلے ادا کیا جائے۔''

فوائد

صدقہ فطر، مسلمانوں کے ہر فرد پر فرض ہے خواہ وہ روزے رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔ اس بات کی صراحت احادیث میں موجود ہے ❷ اس کی مقدار ایک صاع ہے ❸ ہمارے ہاں اعشاری نظام کے مطابق ایک صاع دو کلو، سو گرام کا ہوتا ہے، یہ عید کے دن، نماز عید سے پہلے ادا کرنا چاہئے چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے

جس نے صدقہ فطر نماز سے پہلے ادا کیا تو یہ صدقہ قبول ہوگا اور جس نے اسے نماز عید کے بعد ادا کیا تو یہ عام صدقات میں سے ایک صدقہ ہے، یعنی صدقہ فطر نہیں ہے۔ ❹

البتہ عید سے ایک یا، دو دن پہلے بھی ادا کیا جا سکتا ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق حدیث میں ہے کہ وہ صدقہ فطر عید سے ایک یا دو دن پہلے سرکاری طور پر صدقہ وصول کرنے والوں کے حوالے کر دیتے تھے۔ ❺

اس حدیث کے پیش نظر فطرانہ نماز عید سے پہلے ادا کرنا ضروری ہے اگر کوئی نماز عید کے بعد تک اسے موخر کرتا ہے تو ایسا کرنے سے صدقہ فطر ادا نہیں ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اجناس خوردنی سے فطرانہ ادا کرنے کا حکم دیا تھا۔ آپ کے عہد مبارک میں جو، کھجور، منقی اور پنیر وغیرہ بطور خوراک استعمال ہوتے تھے چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے عہد مبارک میں اپنی خوراک میں سے ایک صاع بطور فطرانہ ادا کرتے تھے اور ان دنوں ہماری خوراک جو، کھجور منقی اور پنیر ہوا کرتی تھی۔ ❻

اس حدیث کے پیش نظر صدقہ فطر ہر اس جنس سے ادا کیا جا سکتا ہے جو سال کے بیشتر حصہ میں بطور خوراک استعمال ہوتی ہو۔ واللہ اعلم

---

❶ بخاری الزکاۃ: ١٥٠٩۔ ❷ بخاری الزکاۃ: ١٥٠٣۔ ❸ بخاری الزکاۃ: ١٥٠٥۔
❹ ابو داود: ١٦٠٩۔ ❺ بخاری الذکاۃ: ١٥١١۔ ❻ بخاری الذکاۃ: ١٥١٠۔

زرعی پیداوار سے عُشر

۶۵۔ ((لَيْسَ فِيْمَا اَقَلَّ مِنْ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ صَدَقَةٌ)) ❶

''پانچ وسق سے کم پیداوار میں زکوۃ (عُشر) نہیں ہے۔''

فوائد

عُشر کے لئے یہ زرعی پیداوار کا نصاب ہے اس سے کم پر عشر دینا ضروری نہیں، کیونکہ اس سے کم مقدار تو کاشتکار کے گھر کا سالانہ خرچہ ہی تصور کیا جائے گا ہاں پانچ وسق یا اس سے زیادہ پیداوار میں عُشر واجب ہوگا۔ واضح رہے کہ ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے، جدید اعشاری نظام کے مطابق ایک صاع دو کلو سو گرام کا ہوتا ہے۔ اس حساب سے پانچ وسق یعنی تین صد صاع میں چھ صد تیس کلو گرام ہوتے ہیں جبکہ کچھ اہل علم کے ہاں ایک صاع اڑھائی کلو کے مساوی ہوتا ہے لہٰذا ان کے ہاں زرعی پیداوار کا نصاب ساڑھے سات سو کلو مقرر کیا جانا زیادہ مناسب ہے۔ عشر کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''فصل کاٹتے ہی اس سے اللہ کا حق ادا کردو۔'' ❷

اس آیت کریمہ میں ''حق'' کی مقدار مقرر نہیں کی گئی بلکہ اس کی تعین خود رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہے چنانچہ آپ کا فرمان ہے:

''وہ زمین جسے بارش یا قدرتی چشمہ کا پانی سیراب کرتا ہو یا کسی دریا کے کنارے ہونے کی وجہ سے خود بخود سیراب ہو جاتی ہو، اس قسم کی پیداوار سے دسواں حصہ بطور عُشر لیا جائے گا اور وہ زمین جسے کنویں وغیرہ سے پانی کھینچ کر سیراب کیا جاتا ہو، اس کی پیداوار سے بیسواں حصہ لیا جائے گا۔ ❸

ہمارے ہاں عام طور پر زمینوں آبپاشی پر محنت ومشقت کے علاوہ اخراجات بھی برداشت کرنا پڑتے ہیں، اس بناء پر پیداوار پر نصف عُشر یعنی بیسواں حصہ بطور زکوۃ دینا ہوگا اس سے کسی قسم کے دوسرے اخراجات منہا نہیں کئے جائیں گے۔

---

❶ بخاری الزکاۃ: ۱٤۸٤۔ ❷ الانعام: ۱٤۱۔

❸ صحیح بخاری، الزکاۃ: ۱٤۸۳۔

ماہ رمضان کا آغاز

٦٦۔ ((صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهِ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهِ)) [1]

"رمضان کا چاند دیکھ کر روزے رکھو اور چاند دیکھ کر ہی عید الفطر کرو۔"

فوائد

بلاشبہ روزہ ایک مسلمان کے لئے بہت بڑی سعادت ہے، اس سے آخرت کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے اور روزہ دنیوی خواہشات میں کمی کا باعث ہے نیز اس کے ذریعے مساکین کے ساتھ ہمدردی اور ان کے دکھ درد کا احساس پیدا ہوتا ہے جب ماہ رمضان کے آغاز کا علم ہو جائے تو اس کے روزوں کی فرضیت شروع ہو جاتی ہے ماہ رمضان کا آغاز تین طرح سے ممکن ہے۔

رمضان کا چاند دیکھ کر اس کے آغاز کا پتہ چلتا ہے جیسا کہ حدیث بالا میں بیان ہوا ہے۔

قرآن کریم کی درج ذیل آیت سے اسی بات کا اشارہ ملتا ہے

"جو شخص اس مہینہ کو پائے تو وہ اس کا روزہ رکھے۔" [2]

اگر کوئی چاند کو خود نہ دیکھ سکے تو چاند دیکھنے کی گواہی سے اس کا آغاز کر دے۔ اس کے متعلق ایسے شخص کی گواہی قابل قبول ہوگی جو عاقل، بالغ اور قابل اعتبار ہو چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے ماہ رمضان کا چاند دیکھنے کی کوشش کی، مجھے چاند نظر آ گیا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی، میری شہادت پر آپ نے خود ہی روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ [3]

اگر کوئی چاند خود نہ دیکھ سکے اور نہ اسے شہادت ملے تو ماہ شعبان کے تیس دن مکمل ہو جانے کے بعد ماہ رمضان کا آغاز کر دیا جائے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"اگر مطلع ابر آلود ہو تو شعبان کے تیس دن پورے کر لو۔" [4]

بہر حال جب ہر سہ طریقوں میں سے کسی ایک کے ساتھ رمضان کا آغاز ہو جائے تو روزہ رکھنا فرض ہو جاتا ہے۔

---

[1] بخاری الصوم: ١٩٠٩۔ [2] البقرہ: ١٨٥۔

[3] ابو داود، الصیام: ٢٣٤٢۔ [4] بخاری الصوم: ١٩٠٩۔

شب قدر کا قیام

٦٧۔ ((مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ)) ❶

''جو شخص ایمان کے ساتھ، طلب ثواب کی نیت سے شب قدر کا قیام کرے گا اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔''

فوائد

شب قدر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی نعمت ہے، اس رات عبادت کرنا ہزار مہینوں کی عبادت سے بڑھ کر ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے

''لیلۃ القدر، ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔'' ❷

رسول اللہ ﷺ کو اس رات کے متعلق پہلے بتا دیا گیا تھا۔لیکن اللہ کی مشیت سے بعد میں اس کا تعین دماغ سے محو ہو گیا۔اس کا سبب بھی احادیث میں بیان ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کرام کو اس کے متعلق آگاہ کرنے کے لئے تشریف لا رہے تھے۔اس دوران میں دو مسلمان آپس میں کسی بات پر جھگڑ رہے تھے۔آپ ان کے پاس کھڑے ہو گئے۔ان کی باتیں سننے کے دوران اس کا تعین محو ہو گیا۔ ❸

حدیث میں مزید وضاحت ہے کہ اس کے تعین کا محو ہو جانا تمہارے لئے بہتر ہے۔اب تم اسے پچیسویں، ستائیسویں اور انتیسویں میں تلاش کرو۔ ❹

ایک روایت میں ہے کہ آخری عشرہ کی طاق راتوں میں اسے تلاش کیا جائے۔ ❺

اس لئے آخری عشرہ کی تمام طاق راتوں میں شب قدر تلاش کی جائے۔ان راتوں میں درج ذیل دعا بکثرت پڑھی جائے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ

''اے اللہ! تو معاف کرنے والا ہے اور معافی کو پسند کرتا ہے مجھے بھی معاف کر دے۔'' ❻

---

❶ بخاری، فضل لیلة القدر: ٢٠١٤۔ ❷ القدر: ٣۔
❸ بخاری، فضل الیلة القدر: ٢٠٢٣۔ ❹ حوالہ مذکورہ۔
❺ بخاری، فضل الیلة القدر: ٢٠١٧۔ ❻ ترمذی الصوم: ٣٥١٣۔

محرم کے بغیر حج نہ کیا جائے

۶۸۔ ((لَا تُسَافِرَنَّ اِمْرَأَةٌ اِلَّا وَمَعَهَا مَحْرَمٌ)) [1]

''کوئی بھی عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔''

فوائد

اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے فلاں جنگ میں جانے کے لئے اپنا نام لکھوا دیا ہے جبکہ میری بیوی حج پر جارہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم جہاد کے بجائے اپنی بیوی کے ہمراہ حج پر جاؤ۔ [2]

اسلام نے عورت کی پاکدامنی اور عزت و ناموس کی حفاظت کے لئے دوران سفر محرم کی شرط عائد کی ہے تاکہ وہ غلط کار لوگوں سے محفوظ رہے اور دوران سفر اگر کوئی مشکل پیش آئے تو وہ اس کی مدد کر سکے۔ شرعی اعتبار سے عورت کا محرم کے بغیر سفر کرنا جائز نہیں ہے۔

حج کا سفر بھی اس میں شامل ہے وہ بھی محرم کے بغیر نہیں کرنا چاہئے۔ اس میں عمر کی کوئی پابندی نہیں بلکہ ہر عمر کی عورت کے لئے دوران حج محرم کا ساتھ ہونا ضروری ہے۔ اہل علم نے محرم کے لئے پانچ شرطیں ذکر کی ہیں:

(1) مرد ہو (2) مسلمان ہو (3) بالغ ہو (4) عاقل ہو (5) وہ اس عورت پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو مثلاً والد، بھائی بیٹا، چچا، ماموں اور سسر وغیرہ واضح رہے کہ جن رشتے داروں سے وقتی طور پر نکاح حرام ہے مثلاً بہنوئی وغیرہ وہ محرم نہیں بن سکتے۔ کوئی بھی عورت اپنے بہنوئی کے ہمراہ سفر نہیں کر سکتی خواہ اس کے ساتھ اس کی بہنیں بھی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح عورت کا دیور، اس کا چچا زاد اور ماموں زاد بھی اس کا محرم نہیں بن سکتا۔ ہمیں چاہئے کہ اپنے مقدس سفر میں شرعی شرائط کو ملحوظ رکھیں۔ وجوب حج کے لئے دیگر شرائط کے ساتھ عورت کے لئے ایک اضافی شرط یہ بھی ہے کہ اس مبارک سفر میں اس کے ساتھ محرم کا ہونا ضروری ہے خواہ وہ عورت بڑی عمر کی ہی کیوں نہ ہو۔ واللہ واعلم

---

[1] بخاری، الجهاد: ۳۰۰۶۔ [2] بخاری الجهاد: ۳۰۶۱۔

دورانِ حج پردہ کرنا

۶۹۔ ((لَا تَنْتَقِبِ الْمُحْرِمَةُ وَلَا تَلْبَسِ الْقُفَّازَيْنِ)) 1

''احرام والی عورت نقاب نہ پہنے اور نہ دستانے استعمال کرے۔''

فوائد

اس حدیث میں محرم عورت کو نقاب ڈالنے سے منع کیا گیا ہے اس نقاب سے مراد ایک خاص قسم کا کپڑا ہے جو ناک پر یا آنکھ کے نیچے باندھا جاتا ہے۔ اس سے مراد وہ نقاب نہیں ہے جو آج کل معروف ہے اور جسے چہرے کے پردے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ نقاب نہ پہننے کا قطعاً یہ مطلب نہیں ہے کہ احرام والی عورت، اجنبی مردوں سے چہرہ نہیں چھپائے گی بلکہ احرام والی عورت کے لئے ضروری ہے کہ وہ ستر و حجاب کے معاملہ میں کسی قسم کی سستی اور مداہنت کا شکار نہ ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اے نبی! اپنی بیویوں! اپنی بیٹیوں اور اہل ایمان کی خواتین سے کہہ دیں کہ وہ اپنی چادروں کے پلو اپنے اوپر لٹکا لیا کریں۔'' 2

پھر چہرہ ہی وہ چیز ہے جو مرد کے لئے عورت کے تمام بدن سے زیادہ پرکشش ہوتا ہے اگر اسے ننگا رکھنا ہے تو حجاب کے باقی احکام بے سود ہیں۔ پردے کا حکم حالت احرام میں بھی ہے جیسا کہ فاطمہ بنت منذر بیان کرتی ہیں کہ ہم حالت احرام میں اپنے چہرے ڈھانپا کرتی تھیں اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بھی ہمارے ساتھ ہوا کرتی تھیں۔ 3

اس کے علاوہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حالت احرام میں ہوتیں اور قافلے ہمارے سامنے سے گزرتے تھے۔ جب وہ ہمارے سامنے آتے تو ہم اپنی چادریں چہرے پر لٹکا لیتیں اور جب وہ گزر جاتے تو چہرہ کھول لیتیں۔ 4

ان احادیث کے پیش نظر عورت کو چاہئے کہ وہ حالت احرام میں نقاب نہ پہنے البتہ اجنبی مردوں سے اپنے چہرے کو ضرور چھپائے۔ واللہ اعلم

---

1 بخاری، جزاء الصيد: ۱۸۳۸۔ 2 الاحزاب: ۵۹۔
3 مستدرك حاكم: ۱/ ٤٥٤۔ 4 ابو داود، المناسك: ۱۸۳۳۔

دورانِ طواف رکن یمانی اور حجرِ اسود کو ہاتھ لگانا

۷۰۔ ((لَمْ اَرَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْتَلِمُ مِنَ الْبَیْتِ اِلَّا الرُّکْنَیْنِ الْیَمَانِیَیْنِ)) [1]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم دوران طواف صرف حجر اسود اور رکن یمانی کو ہاتھ لگاتے تھے۔''

فوائد

بیت اللہ کے چار کونے ہیں۔

(1) حجر اسود (2) رکن یمانی (3) رکن شامی (4) رکن عراقی

حجر اسود کا استلام درج ذیل تین طریقوں میں سے کسی ایک کے ساتھ کیا جا سکتا ہے حجر اسود کو بوسہ دینا، چھڑی کے ذریعے چھونا پھر چھڑی کو چوم لینا، اپنے ہاتھ سے حجر اسود کو چھونا اور پھر ہاتھ کو بوسہ دینا۔

رکن یمانی کو صرف ہاتھ لگانا چاہئے اسے چومنا حدیث سے ثابت نہیں ہے ایک حدیث میں ہے کہ رکن یمانی اور حجر اسود کو چھونا خطاؤں کو گرا دیتا ہے۔ [2]

دوران طواف رکن شامی اور رکن عراقی کو ہاتھ نہیں لگانا چاہئے کیونکہ ایسا کرنا مذکورہ بالا حدیث کے خلاف ہے البتہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ بیت اللہ کے تمام کونوں کو ہاتھ لگاتے تھے اور فرماتے تھے کہ بیت اللہ کی کوئی چیز بھی متروک نہیں لیکن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا مؤقف ہے کہ دوران طواف صرف رکن یمانی اور حجر اسود کو ہاتھ لگانا چاہئے۔ [3]

ان احادیث کے پیش نظر دوران طواف صرف رکن یمانی اور حجر اسود کو ہی ہاتھ لگانا چاہئے اور اگر بوسہ دینے کا موقع ملے تو صرف حجر اسود کو چوما جائے۔ وہ بھی اس عقیدہ کے ساتھ کہ وہ ہمارے نفع یا نقصان کا مالک نہیں ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ [4]

---

[1] بخاری، الحج، ۱۶۰۹ [2] مسند امام احمد: ص۳، ج ۲

[3] بخاری الحج: ۱۶۰۸۔ [4] بخاری الحج: ۱۶۱۰۔

گروی چیز سے فائدہ اٹھانا

۷۱۔ ((اَلرَّهْنُ يَرْكَبُ بِنَفَقَتِهِ، وَيُشْرَبُ لَبَنُ الدَّرِّ إِذَا كَانَ مَرْهُوْناً)) 1

''سواری کا جانور اگر گروی ہے تو بقدر خرچ اس پر سواری کی جاسکتی ہے اور دودھ دینے والے جانور کا دودھ پیا جاسکتا ہے جبکہ وہ گروی مقدہ ہو۔''

فوائد

جب ہم کسی سے قرض لیتے ہیں تو اعتماد کے طور پر اس کے پاس کوئی چیز رکھ دیتے ہیں اسے گروی کہا جاتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے اگر گروی رکھی ہوئی چیز پر خرچ کرنا پڑتا ہو تو خرچے کے عوض تھوڑا بہت فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے مثلاً کسی نے حقدار کے پاس بطور ضمانت کوئی سواری کرنے یا دودھ دینے والا جانور گروی رکھا ہو تو اسے گھاس یا چارہ ڈال کر اس پر سواری کی جا سکتی ہے یا اس کا دودھ پیا جاسکتا ہے خرچہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنا سود ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے ہوئے لکھتے ہیں:

اگر کسی کے پاس گروی شدہ بکری ہے تو چارے کی قیمت کے مطابق اس کا دودھ پینے میں کوئی حرج نہیں، قیمت سے زیادہ دودھ حاصل کرنا سود ہے۔ 2

بہر حال قرض کے عوض کوئی بھی فائدہ اٹھانا سود ہے، شرعی طور پر اس کی اجازت نہیں ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا:

''تو ایسی سرزمین (عراق) میں رہتا ہے جہاں سود کی وبا عام ہے لہٰذا اگر تیرا کسی کے ذمے کوئی حق ہے تو اس سے توڑی یا چارے کا گٹھا یا جو وغیرہ بطور ہدیہ قبول نہ کرنا کیونکہ یہ سود ہے۔'' 3

اگر کسی نے قرضہ کے عوض اپنا مکان گروی رکھا ہے تو قرض دار اگر رہائش رکھنا چاہتا ہے تو اس کا کرایہ طے کیا جائے پھر اس کرائے کی رقم کو قرضے سے کم کرتا رہے، اس کے بغیر مکان سے فائدہ اٹھانا صریح سود ہے۔

---

1 بخاری، الرھن: ۲۵۱۱۔ 2 فتح الباری: ۵/۱۷۸۔
3 بخاری المناقب: ۳۸۱۴۔

قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا

۷۲۔ ((مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ)) [1]

''صاحب حیثیت مقروض کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔''

فوائد

بوقت ضرورت قرض لینے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن جب حالات ساز گار ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے وسعت اور کشادگی آ جائے تو اسے جلدی ادا کرنا چاہیے، اگر دانستہ طور پر اس کی ادائیگی میں لیت ولعل کرتا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے عمل کو ظلم سے تعبیر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرض کے متعلق فرمایا ہے ''نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔'' [2]

یہ ارشاد اس بات کی دلیل ہے کہ مقروض، اصل رقم ادا نہ کرنے پر ظالم قرار پاتا ہے جیسا کہ قرض خواہ اصل رقم سے زیادہ کا تقاضا کرنے پر ظالم ٹھہرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہڑپ کرنے کی نیت سے قرض لینے کے متعلق ایک وعید سنائی ہے۔

جو شخص کسی کا مال برباد کرنے کی غرض لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے تباہ کر دیتے ہیں۔ [3]

حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ بربادی دنیا میں اس کی جان یا معیشت کی صورت میں سامنے آتی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بربادی سے مراد عذاب آخرت ہے۔ [4]

قیامت کے دن ایسے شخص کو چور اور ڈاکو کی حیثیت سے پیش کیا جائے گا، حدیث میں ہے:

''جس شخص نے اس ارادے سے قرض لیا کہ حقدار کو واپس نہیں کرے گا اس نے دھوکے سے رقم لے لی اور ادائیگی کے بغیر فوت ہو گیا تو قیامت کے دن اللہ کے حضور اسے چور کی حیثیت سے پیش کیا جائے گا۔'' [5]

ایسے شخص کو قیامت کے دن اپنی نیکیوں سے بھی محروم ہونا پڑے گا جیسا کہ حدیث میں ہے

''جو شخص فوت ہوا اور اس کے ذمے درھم یا دینار کا قرض تھا۔ قیامت کے دن وہاں درھم یا دینار نہیں بلکہ اس کی نیکیوں سے یہ قرض ادا کیا جائے گا۔'' [6]

---

[1] صحیح بخاری: الاستقراض: ۲۴۰۰۔ [2] البقرہ: ۲۷۹۔

[3] صحیح بخاری: الاستقراض: ۲۳۸۷۔ [4] فتح الباری: ۵/۵۴۔

[5] صحیح الترغیب والترھیب: ۲/۳۵۲۔ [6] ابن ماجہ، الاحکام: ۲۴۳۹۔

ایڈوانس قیمت وصول کرنا

۷۳۔ ((مَنْ اَسْلَفَ فِیْ شَیْءٍ فَفِیْ کَیْلٍ مَعْلُوْمٍ وَ وَزْنٍ مَعْلُوْمٍ اِلٰی اَجَلٍ مَعْلُوْمٍ))[1]

''جو شخص کسی بھی چیز میں بیع سلف کرنا چاہے وہ مقررہ ماپ، مقررہ وزن اور مقرر مدت ٹھہرا کر کرے۔''

فوائد

کسی چیز کی آئندہ ادائیگی کے وعدے پر اس کی نقد قیمت وصول کرنا جائز ہے شرعی اصطلاح میں اسے بیع سلم یا بیع سلف کہا جاتا ہے۔ عہد رسالت میں اس طرح کی خرید وفروخت ہوا کرتی تھی، خود رسول اللہ ﷺ نے اس کی اجازت دی ہے لیکن مذکورہ بالا حدیث میں اس کی چند شرائط بیان ہوئی ہیں۔

☆ بطور قیمت ادا کی جانے والی چیز کی مقدار معلوم ہو اور اسے مجلس عقد میں ادا کر دیا جائے۔

☆ جو چیز آئندہ لینی ہے اس کا ایسا وصف بیان کیا جائے جس سے اس کی مقدار اور نوع ممتاز ہو جائے تاکہ دھوکے اور تنازع کا امکان نہ رہے۔

☆ ادائیگی کی مدت بھی طے کر لی جائے یعنی تاریخ کا تعین کر لیا جائے۔

دراصل بنیادی طور پر اس قسم کی خرید وفروخت اشیاء کے معدوم ہونے کی وجہ سے ناجائز تھی لیکن اقتصادی مصالح کے پیش نظر لوگوں کے ساتھ نرمی کرتے ہوئے شریعت نے اسے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ معاملہ طے کرتے وقت اس چیز کا موجود ہونا لازمی نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ اس قسم کی خرید وفروخت کرتے تھے۔ لوگوں نے ان سے دریافت کیا کہ اس وقت پیداوار موجود ہوتی تھی؟ انہوں نے جواب دیا ہم ان سے پیداوار کے متعلق نہیں پوچھا کرتے تھے۔[2]

بہرحال اس قسم کی خرید وفروخت کے لئے ضروری ہے کہ جنس متعین ہو، ماپ یا وزن بھی معلوم ہو، بھاؤ بھی طے ہو اور ادائیگی کی تاریخ بھی طے شدہ ہو تو ایسا کرنا جائز ہے۔ واللہ اعلم

---

[1] مسلم، السلم: ۲۲۴۔ [2] صحیح بخاری، السلم: ۲۲۵۵۔

قبضہ کئے بغیر چیز آگے بیچنا

٧٤۔ ((مَنِ ابْتَاعَ طَعَاماً فَلَا يَبِعْهُ، حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ)) ❶

”جس نے اناج خریدا وہ اس وقت تک آگے فروخت نہ کرے جب تک اسے ناپ تول کر کے پورا نہ کرے۔“

فوائد

آج کل ہماری تجارتی منڈیوں میں خرید و فروخت کی اکثر یہ صورت سامنے آتی ہے کہ آدمی کوئی چیز خریدتا ہے تو اسے مالک کے پاس ہی رہنے دیتا ہے۔ پھر وہ اسی حالت میں آگے فروخت کر دیتا ہے۔ اس طرح کی خرید و فروخت شرعاً ناجائز ہے کیونکہ کسی چیز کو خریدنے کے بعد اس پر قبضہ کرنے سے پہلے پہلے اسے فروخت کرنا شرعی طور پر درست نہیں جیسا کہ مذکورہ حدیث میں بیان ہوا ہے بلکہ ایک روایت میں صراحت ہے کہ اسے اپنے قبضے میں لئے بغیر آگے فروخت نہ کرے۔ ❷

اگرچہ مذکورہ حدیث میں اناج اور غلے کا حکم بیان ہوا ہے لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ تمام اشیاء کا یہی حکم ہے۔ ❸ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سلسلہ میں واضح حکم ہے:

”تم جب بھی کوئی چیز خریدو تو اس پر قبضہ کئے بغیر آگے فروخت نہ کرو۔“ ❹

امام ابوداؤد نے اس روایت کو بایں الفاظ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جگہ میں جہاں سے سامان خریدا ہے وہیں پر بیچنے سے منع کیا ہے تا آنکہ تاجر حضرات اپنا سودا اٹھا کر اپنے اپنے گھروں میں لے جائیں۔ ❺

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”خریدی ہوئی چیز کو قبضے میں لینے سے پہلے فروخت کرنے کی ممانعت اس لئے ہے کہ خریدار ایسی صورت میں اسے قبضے میں لینے سے عاجز رہتا ہے ممکن ہے کہ فروخت کنندہ اس چیز کو اس کے حوالے نہ کرے۔ خاص طور پر جب وہ دیکھ رہا ہو کہ خریدار کو اس سے بہت نفع ہو رہا ہے تو وہ اس بیع کو ختم کرنے کی کوشش کرے گا خواہ انکار کرے یا فسخ بیع کے لئے کوئی حیلہ بنائے۔“ ❻

---

❶ بخاری، البیوع: ٢١٢٦۔ ❷ مسلم، البیوع: ١٥٢٥۔
❸ ترمذی البیوع: ١٢٩١۔ ❹ مسند امام احمد: ٢/ ٤٠٢۔
❺ ابوداود، البیوع: ٣٤٩٨۔ ❻ اعلام الموقعین: ٣/ ١٢٣۔

شفعہ کا حقدار کون ہے؟

۷۵۔ ((قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالشُّفْعَةِ فِي كُلِّ مَالٍ لَمْ يُقْسَمْ)) ❶

''نبی ﷺ نے ہر مال میں شفعہ کا فیصلہ دیا ہے جو تقسیم نہ ہوا ہو۔''

فوائد

شریک کے اس حصے کو مقررہ معاوضہ کے بدلے شریک کی طرف منتقل کرنا شفعہ کہلاتا ہے جو اجنبی کی طرف منتقل ہو گیا تھا۔

شفعہ کا سبب صرف شراکت ہے اور وہ ہر چیز میں عام ہے زمین ہو یا گھر یا دکان وغیرہ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر چیز میں شفعہ کا فیصلہ فرمایا ہے۔ ❷

احادیث کی رو سے پڑوسی کے لئے شفعہ کا حق ہے بشرطیکہ ان کے گھر کا راستہ ایک ہو جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ہمسایہ اپنے ہمسائے کا شفعہ میں زیادہ حقدار ہے، شفعہ کی وجہ سے اس کا انتظار کیا جائے گا۔ اگرچہ وہ غائب ہو بشرطیکہ دونوں کا راستہ ایک ہو۔ ❸

یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ محض ہمسائیگی کے ذریعے حق شفعہ ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے مشترک راستہ ہونا ضروری ہے۔ اس کی تائید رسول اللہ ﷺ کے درج ذیل فرمان سے ہوتی ہے:

جب حد بندی ہو جائے اور راستے جدا جدا ہو جائیں تو پھر شفعہ کا حق باقی نہیں رہتا۔ ❹

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب گھر تقسیم کر دیا جائے اور اس کی حد بندی ہو جائے تو اس میں کوئی حق شفعہ نہیں ہے۔ ❺

ہمارے ہاں یہ غلط رواج ہے کہ اگر کسی نے گھر یا پلاٹ خریدا ہے تو کھیوٹ کھتونی میں شراکت رکھنے والا کوئی بھی شفعہ کر سکتا ہے اگرچہ وہ اس کا ہمسایہ نہ ہو۔

---

❶ بخاری البیوع: ۲۲۱۴۔ ❷ ابوداود، البیوع: ۳۵۱۳۔ ❸ ابوداود، البیوع: ۳۵۱۸۔
❹ بخاری، الشفعہ: ۲۲۵۷۔ ❺ ابوداود، البیوع: ۳۵۱۵۔

وصیت کا ضابطہ

۷۶۔ ((فَالثُّلُثُ وَ الثُّلُثُ كَثِيْرٌ)) [1]

''وصیت ایک تہائی تک جائز ہے اور ایک تہائی بھی بہت زیادہ ہے۔''

فوائد

بلا معاوضہ کوئی چیز دوسرے کے حوالے کرنے کی دو اقسام ہیں اگر بلا معاوضہ انتقال ملکیت بحالت صحت ہو اور اپنی زندگی میں کوئی چیز دوسرے کے حوالے کر دی جائے تو اسے ہدیہ یا ہبہ کہا جاتا ہے۔ اگر بلا معاوضہ انتقال ملکیت بحالت مرض ہو اور مرنے کے بعد وہ چیز کسی دوسرے کو ملے تو اسے وصیت کہا جاتا ہے۔ وصیت کے کچھ شرعی اصول وضوابط ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

پہلا اصول یہ ہے کہ وصیت، ایک تہائی جائیداد سے زیادہ نہ ہو جیسا کہ حدیث میں ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام مال وصیت کرنے کی اجازت طلب کی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''وصیت ایک تہائی تک جائز ہے اور ایک تہائی بھی بہت زیادہ ہے۔'' [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر لوگ وصیت کو ایک تہائی سے کم کر کے ایک چوتھائی تک کر لیں تو مجھے زیادہ پسند ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ایک تہائی کی وصیت کرو لیکن تہائی بھی بہت زیادہ ہے۔ [3]

دوسرا اصول یہ ہے کہ وصیت ایسے وارث کے لئے نہ ہو جسے اس کی جائیداد سے حصہ ملنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر فرمایا تھا:

''اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا ہے لہٰذا اب کسی وارث کے لئے وصیت جائز نہیں ہے۔'' [4]

تیسرا اصول یہ ہے کہ کسی حرام کام کی وصیت نہ کی جائے اور نہ کسی کو نقصان پہنچانے کی نیت سے وصیت کی جائے کیونکہ قرآن کریم میں وصیت اور قرض کی ادائیگی کے ساتھ ''غیر مضار'' کے الفاظ ہیں کہ اس کے ذریعے دوسروں کو نقصان نہ پہنچایا گیا ہو۔ [5]

---

[1] بخاری، الوصایا: ۲۷۴۲۔ [2] بخاری، الوصایا: ۲۷۴۴۔

[3] بخاری، الوصایا: ۲۷۴۳۔ [4] ابن ماجہ، الوصایا: ۲۷۱۲۔ [5] النساء: ۱۲۔

وراثت سے محرومی کے اسباب

۷۷۔ ((لَا يَرِثُ الْمُسْلِمَ الْكَافِرَ وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ)) ❶

''مسلمان، کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوسکتا۔''

فوائد

شرعی طور پر وراثت سے محرومی کی دو اقسام حسب ذیل ہیں

☆ انسان ذاتی طور پر محروم ہو جیسے قریبی رشتہ دار کی موجودگی دور والا رشتہ دار محروم ہوتا ہے۔ مثلاً بیٹے کی موجودگی میں پوتا محروم ہوتا ہے اسے حجب ذات کہا جاتا ہے۔

☆ انسان کے کسی کردار کی وجہ سے وراثت سے محرومی عمل میں آئے اس کی کئی ایک انواع ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

☆ وہ دین بدل لیتا ہے یا بنیادی طور پر کافر ہے اس کے متعلق حدیث بالا میں ہے کہ مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوسکتا۔

ایک حدیث میں ہے کہ جب ابو طالب مرا تو اس کے وارث طالب اور عقیل بنے، حضرت علی اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہما چونکہ مسلمان تھے۔ اس لئے وہ ابو طالب کے وارث نہ بنے۔ ❷

☆ وہ کسی کو قتل کر دیتا ہے جس سے قصاص یا دیت لازم آتی ہو، اس طرح کے قتل کی وجہ سے قاتل جائیداد اور ترکہ سے محروم قرار پاتا ہے جیسا کہ حدیث میں

قاتل کسی چیز کا بھی وارث نہیں بن سکتا۔ ❸

☆ زنا کے نتیجہ میں پیدا ہونے والا بچہ اپنے ذاتی باپ کا اور زانی باپ اپنے ناجائز بیٹے کا وارث نہیں ہوگا جیسا کہ حدیث میں ہے:

''اولاد، صاحب بستر کی ہے اور زانی کے لئے پتھر ہیں۔'' ❹

البتہ وہ اپنی ماں کا اور ماں اس کی وارث قرار پائے گی جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کی صورت میں یہ ضابطہ جاری کیا تھا۔ ❺

---

❶ بخاري الفرائض: ٦٧٦٤۔ ❷ بخاري، الحج: ١٥٨٨۔

❸ ترمذي، الفرائض: ٢١٠٩۔ ❹ بخاري، الحدود: ٦٨١٨۔

❺ مسلم، اللعان: ١٤٩٢۔

خلع کے احکام

۷۸۔ ((اَقْبِلِ الْحَدِیْقَةَ وَ طَلِّقْهَا تَطْلِیْقَةً)) [1]

''(بطورحق مہر دیا ہوا) باغ واپس لے کر اسے فارغ کر دو۔''

فوائد

اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی جمیلہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنے خاوند حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے خلق و کردار اور دینی اقدار کے متعلق کوئی عیب نہیں لگاتی لیکن میں اسے برداشت نہیں کر سکتی ہوں اور میں یہ بھی نہیں چاہتی کہ اسلام میں رہتے ہوئے کفران نعمت کا ارتکاب کروں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو حق مہر میں دیا ہوا باغ واپس کرنے کو تیار ہے۔ اس نے عرض کیا ''جی ہاں'' اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ باغ واپس لے کر اسے فارغ کر دو چنانچہ انہوں نے باغ لے کر اسے فارغ کر دیا۔ [2]

خلع، عورت کی طرف سے علیحدگی اختیار کرنے کا نام ہے عورت کو چاہئے کہ کسی معقول عذر کی بنا پر اپنے خاوند سے علیحدگی کا مطالبہ کرے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے:

''جو عورت کسی معقول وجہ کے بغیر اپنے خاوند سے علیحدگی کا مطالبہ کرتی ہے اس پر جنت کی خوشبو بھی حرام ہے۔'' [3]

وہ حالات جن کے پیش نظر عورت خلع لینے میں حق بجانب ہوتی ہے وہ حسب ذیل ہیں:

☆ شکل وصورت، سیرت و کردار یا دینی اقدار کے متعلق اپنے خاوند کو ناپسند کرے۔

☆ عمر میں بڑا ہونے، کمزور ہونے یا قوت برداشت سے عاری ہونے کی بنا پر۔

چونکہ یہ عورت کا اپنا ذاتی معاملہ ہوتا ہے اس لئے اگر وہ عقلمند اور صاحب بصیرت ہے تو اپنے والدین یا بھائیوں سے اجازت لینے کی پابند نہیں ہے۔ خلع کا فیصلہ ہوتے ہی نکاح ٹوٹ جاتا ہے، اس کی عدت ایک حیض ہے، عدت گذارنے کے بعد وہ عقد ثانی کر سکتی ہے۔

---

[1] بخاری، الطلاق: ۵۲۷۳۔ [2] بخاری، الطلاق: ۵۲۷۶۔
[3] مسند امام احمد: ۵/ ۲۷۷۔

رضاعت کے مسائل

۷۹۔ ((یَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا یَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ)) [1]

''دودھ پلانے سے بھی وہ رشتے حرام ہوجاتے ہیں جونسب کی بنا پر حرام ہیں۔''

فوائد

ہمارے معاشرہ میں رضاعت کے سلسلہ میں بہت لاپرواہی اور غفلت سے کام لیا جاتا ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے دودھ پینے کے رشتے کو بہت اہمیت دی ہے۔ چنانچہ ایک دوسری حدیث میں ہے

''رضاعت کی بناء پر وہ تمام رشتے حرام ہوجاتے ہیں جو ولادت کے تعلق سے حرام ہیں۔'' [2]

بچے کو دودھ پلانے والی رضاعی ماں، اس کا شوہر رضاعی باپ، شوہر کا بھائی رضاعی چچا بن جاتا ہے جس طرح دودھ پلانے والی عورت سے بچے کا تعلق جڑتا ہے ویسے ہی اس کے شوہر اور عزیزوں سے بھی جڑ جاتا ہے لیکن بچے کے بہن بھائیوں کے ساتھ کوئی تعلق قائم نہیں ہوتا ہے۔

دودھ کی وجہ سے رشتے کی حرمت دو چیزوں پر موقوف ہے:

(1) بچے نے کم از کم پانچ مرتبہ دودھ پیا ہو، ایک مرتبہ پینے سے مراد یہ ہے کہ بچہ ماں کی چھاتی کو منہ میں لے کر دودھ پینا شروع کرے پھر سانس لینے یا دوسری چھاتی کی طرف منتقل ہونے کے لئے خود بخود اسے چھوڑ دے۔ ایک یا دو دفعہ پینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ پانچ دفعہ پینے سے حرمت ثابت ہوگی جیسا کہ احادیث میں اس کی صراحت ہے۔ [3]

(2) بچے کو دو سال کی عمر تک دودھ پلایا گیا ہو اگر بڑی عمر میں دودھ پیا ہے جبکہ اس کی غذا کا انحصار صرف دودھ نہیں تو اس صورت میں دودھ پینا حرمت کے لئے موثر نہیں ہوگا جیسا کہ حدیث میں ہے۔ رضاعت وہی معتبر ہے جو بھوک کی بنا پر ہو۔ [4]

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ وہی رضاعت معتبر ہے جو دودھ چھڑانے کی مدت (دو سال) سے پہلے ہو۔ [5]

---

[1] بخاری، الشہادات: ۲۶۴۵ [2] ابوداود: النکاح: ۲۰۵۵۔ [3] مسلم، الرضاع: ۱۴۵۲۔
[4] بخاری، الشہادات: ۲۶۴۷۔ [5] ترمذی، الرضاع: ۱۱۵۲۔

حق حضانت کس کے لئے

۸۰۔ ((اَلْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْاُمِّ)) [1]

''خالہ، ماں کے درجے میں ہے۔''

فوائد

اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے فیصلے کے مطابق جب آئندہ سال رسول اللہ ﷺ عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ آئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کو پکڑ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے کر دیا۔ اس لڑکی کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زید اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا اختلاف ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے وہ بچی، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو دیتے ہوئے فرمایا کہ ان کے گھر میں اس کی خالہ ہے اور خالہ ماں کے درجہ میں ہے۔ [2]

اس حدیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے خالہ کو بچی کی پرورش و تربیت کا حق تفویض کیا ہے۔ اس سلسلہ میں نوزائیدہ بچے کی خیر خواہی اور اس کی بہبود کو پیش نظر رکھنا ہوگا کیونکہ بچہ کم عقل اور ناعاقبت اندیش ہوتا ہے۔ اگر باپ کے مقابلے میں ماں زیادہ صحیح تربیت کر سکتی ہو تو باپ کے مقابلہ میں ماں کو ترجیح دی جائے گی چنانچہ ایک ماں نے بچے کی پرورش کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے خاوند نے مجھے طلاق دے دی ہے اور مجھ سے اس بچے کو چھیننا چاہتا ہے حالانکہ میرا پیٹ بچے کے لئے برتن، میری چھاتی اس کے لئے مشکیزہ اور میری آغوش اس کے لئے جائے قرار ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب تک تو دوسرا نکاح نہیں کرتی اس وقت تک تو ہی اس کی حقدار ہے۔'' [3]

واضح رہے کہ ماں کا یہ استحقاق عقد ثانی سے پہلے پہلے ہے۔ جب وہ نکاح کرے گی تو اس کا یہ حق ساقط ہو جائے گا کیونکہ عقد ثانی کے بعد اس کی مصروفیات بچے کی پرورشت اور تربیت میں حائل ہو سکتی ہیں۔ اس وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ماں کے ہاں ماحول اچھا نہیں اور بچے پر برے اثرات مرتب ہونے کا اندیشہ ہے تو اسے بچے کی پرورش و تربیت کا حق نہیں دیا جائے۔

---

[1] بخاری، الصلح: ۲۶۹۹۔ [2] بخاری، حوالہ سابقہ۔

[3] ابو داود الطلاق: ۲۲۷۶۔

باب پنجم

دعوات واذکار

دعا عبادت ہے

۸۱۔ ((مَنْ سَأَلَ اللّٰهَ الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ بَلَّغَهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ وَ إِنْ مَاتَ عَلٰى فِرَاشِهِ)) [1]

''جس شخص نے سچے دل سے شہادت کی دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ اسے شہداء کی منازل تک پہنچا دے گا خواہ اسے اپنے بستر پر ہی موت آ جائے۔''

فوائد

دعا کی مقبولیت کے لئے ''سچے دل سے دعا کرنا'' اولین شرط ہے کیونکہ صدق و اخلاص ہی پر تمام اعمال کا دارومدار ہے۔ اس حدیث سے دعا کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے کہ اس کی بدولت بستر پر مرنے والا لیکن شہادت کی تڑپ رکھنے والا مرد مومن شہداء کے مراتب حاصل کر لیتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے اسی بناء پر دعا کو عبادت کا درجہ دیا ہے بلکہ اسے عبادت کہا ہے چنانچہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''دعا، عبادت ہی ہے کیونکہ تمہارے رب نے فرمایا ہے: مجھے پکارو، میں قبول کروں گا، بے شک جو لوگ میری عبادت سے روگردانی کرتے ہیں وہ ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔'' [2]

رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کا منشا معلوم ہوتا ہے کہ دعا کی ایک مخصوص نوعیت ہے یعنی حصول مقصد کا وسیلہ ہونے کے علاوہ بذات خود عبادت ہے اور اس پہلو سے بندے کا دعا کرنا ایک مقدس عمل ہے جس کا پھل اس کو آخرت میں ضرور ملے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں دعا سے بڑھ کر اور کوئی چیز معزز و محترم نہیں چنانچہ حدیث میں ہے:

''اللہ کے ہاں کوئی چیز اور کوئی عمل دعا سے زیادہ عزیز نہیں۔'' [3]

جب یہ معلوم ہو چکا کہ دعا عبادت ہے اور عبادت ہی انسان کی تخلیق کا اصل مقصد ہے تو یہ بات خود بخود معلوم ہوگئی کہ انسانوں کے اعمال میں دعا ہی سب سے زیادہ محترم اور قیمتی ہے۔

---

[1] مسلم، الامارہ: ۱۹۰۹۔ [2] ترمذی، الدعوات: ۳۳۷۲۔

[3] ترمذی، الدعوات: ۳۳۷۰۔

جامع دعا

۸۲۔ ((اَللّٰهُمَّ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِيْ الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ)) 1

”اے اللہ! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھی بھلائی دے نیز ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔“

فوائد

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ اکثر یہ دعا پڑھا کرتے تھے درحقیقت یہ دعا جامع کلمات پر مشتمل ہے۔ اس میں دنیا اور آخرت کی ہر بھلائی طلب کی گئی ہے۔ حسنۃ سے مراد اگر نعمت ہے تو رسول اللہ ﷺ نے اس دعا کے ذریعے دنیا و آخرت کی نعمتوں اور عذاب آخرت سے حفاظت طلب کی ہے۔ اس دعا میں دنیا کو آخرت پر اس لئے مقدم کیا گیا ہے کہ دنیا پہلے ہے اور آخرت بعد میں آنے والی ہے پھر کسی انسان کی دنیا اچھی ہے اس میں وہ کسی کا محتاج نہیں تو آخرت میں بھی کامیابی کی امید کی جاسکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ رکن بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہی دعا پڑھتے تھے۔ 2

رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِيْ الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ 3

حضرت انس رضی اللہ عنہ جب اپنے لئے یا کسی کے لئے دعا کرتے تو اسی دعا کو پڑھتے تھے 4

رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ کسی شخص کی تیمارداری کی، جو بیماری سے سوکھ کر کانٹا بن چکا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: تو نے کوئی دعا کی ہے یا اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگا ہے؟ اس نے کہا: میں نے یہ دعا کی تھی: اے اللہ! اگر تو مجھے آخرت میں کوئی عذاب دینا چاہتا ہے تو وہ مجھے دنیا ہی میں دے دے۔ آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! کیا تو اس کی طاقت رکھتا ہے۔ آپ نے اسے مذکورہ بالا دعا پڑھنے کی تلقین کی چنانچہ اس نے یہ دعا پڑھی تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے وہ تندرست ہو گیا۔ 5

---

1 بخاری، الدعوات: ٦٣٨٩۔ 2 ابوداود، المناسك: ١٨٩٢۔ 3 البقرة: ٢٠١۔
4 مسلم، الذکر والدعاء: ٢٦٩٠۔ 5 مسلم، الذکر والدعاء: ٢٦٨٨۔

رزق حرام اور دعا

٨٣۔ ((مَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَ مَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَ مَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَ غُذِیَ بِالْحَرَامِ فَأَنّٰی یُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ))❶

''اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا حرام ہے، اس کا لباس بھی حرام ہے اور حرام غذا سے اس کی نشوونما ہوئی ہے تو ایسے آدمی کی دعا کیسے قبول ہوگی۔''

فوائد

مذکورہ حدیث ایک طویل حدیث کا حصہ ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگو! اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاکیزہ چیز ہی کو قبول کرتا ہے اور اس نے رزق حلال کے متعلق جو حکم اپنے رسولوں کو دیا ہے وہی حکم اہل ایمان کو دیا ہے اس کا ارشاد ہے:

''اے رسولوں کی جماعت! تم حلال اور پاکیزہ غذا کھاؤ اور نیک اعمال کرو، میں تمہارے اعمال کو خوب جانتا ہوں۔''❷

اور اہل ایمان کو مخاطب کر کے فرمایا:

''اے ایمان والو! تم ہمارے رزق میں سے حلال اور پاکیزہ کھاؤ۔''❸

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسے آدمی کا ذکر فرمایا جو طویل سفر کر کے ایسی حالت میں جا رہا ہے کہ اس کے بال پراگندہ اور جسم و کپڑے غبار آلود ہیں اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے ''اے میرے رب، اے میرے رب اور حالت یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے، پینا حرام ہے، لباس بھی حرام ہے اور حرام غذا سے اس نے نشوونما پائی ہے تو ایسے آدمی کی دعا کیسے قبول ہو۔''

آج بہت دعا کرنے والوں کے دل میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کا وعدہ ہے تم دعا کرو میں قبول کروں گا۔❹ تو پھر ہماری دعائیں کیوں قبول نہیں ہوتیں؟ اس حدیث میں اس کا جواب ہے کہ آج دعا کرنے والوں میں حلال و حرام کی تمیز کرنے والے کتنے ہیں۔ واللہ المستعان

---

❶ مسلم، الزکاۃ: ٦٥۔ ❷ المومنون: ٥١۔ ❸ البقرۃ: ١٧٢۔ ❹ المومن: ٦٠۔

جن لوگوں کی دعا قبول ہوتی ہے

٨٤۔ ((اِتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ)) 1

''مظلوم کی بددعا سے بچنا کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا۔''

فوائد

رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو گورنر بنا کر یمن بھیجا تو انہیں کچھ ہدایات دیں اور فرمایا کہ مظلوم کی آہ و بکا سے بچتے رہنا، مظلوم جب بددعا کرتا ہے تو وہ دل کی گہرائی سے نکلتی ہے اور اللہ کے ہاں شرف قبولیت پاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ تین دعاؤں کے قبول میں ہونے میں شک نہیں باپ دعا، مسافر کی دعا اور مظلوم کی دعا 2

اس حدیث میں مظلوم کے ساتھ والد گرامی اور مسافر کو بھی بیان کیا گیا ہے واقعی یہ تینوں شخصیات ایسی ہوتی ہیں کہ ان میں اخلاص، رقت قلب اور انکساری بہت زیادہ ہوتی ہے۔ ان کی دعا میں خیر اور شر کے دونوں پہلو ممکن ہیں لہٰذا بیٹے کو چاہیے کہ اپنے باپ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے اور اس کی دعاؤں سے حصہ حاصل کرنے والا بنے۔ مسافر کے ساتھ رواداری کا معاملہ بھی واضح ہے کہ اس کی بددعا از حد نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے۔ ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ تین آدمیوں کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے روزہ دار جب وہ افطار کے وقت دعا کرتا ہے۔ عادل بادشاہ اور دعائے مظلوم، اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو بادلوں کے اوپر اٹھا لیتا ہے۔ اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور رب کریم فرماتے ہیں۔ میری عزت کی قسم! میں ضرور تمہاری مدد کروں گا خواہ کچھ دیر سے ہو۔ 3

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بہت جلد قبول ہونے والی دعا یہ ہے کہ انسان کسی کی غیر موجودگی میں غائبانہ دعا کرے۔'' 4

---

1 بخاری الزكاة: ١٤٩٦۔ 2 ابو داود، الوتر: ١٥٦٣۔
3 ترمذی، الدعوات: ٣٥٩٨۔ 4 ترمذی، البر والصلة: ١٩٨٠۔

دعا پورے عزم کے ساتھ ہو

۸۵۔ ((اِذَا دَعَا اَحَدُ کُمْ فَلْیَعْزَمْ فِی الدُّعَاءِ)) 1

''جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو عزم وقطعیت سے مانگے۔''

فوائد

عاجزی اور محتاجی کا تقاضا یہی ہے کہ بندہ اپنے رب کریم سے بغیر کسی شک اور تذبذب کے حاجت مانگے۔ اس طرح نہ کہے: اے اللہ! اگر تو چاہے تو ایسا کر دے۔ بلکہ وہ عرض کرے: اے میرے پروردگار! میری یہ ضرورت تو پوری کر ہی دے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

''جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو اس طرح نہ کہے، اے اللہ! تو اگر چاہے تو مجھے بخش دے اور تو چاہے تو مجھ پر رحمت نازل کر دے اور تو چاہے تو مجھے رزق دے بلکہ اپنی طرف سے عزم واستقلال کے ساتھ اللہ کے حضور اپنی حاجت پیش کرے، یقیناً وہ کرے گا وہی جو چاہے گا کوئی ایسا نہیں جو اس پر زور ڈال کر اس سے کچھ کرا سکے۔'' 2

دعا کرتے وقت اللہ کی مشیت پر موقوف رکھنے سے دو وجوہات کی بنا پر منع کیا گیا ہے

☆ مشیت پر موقوف رکھنے کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ اسے چاہت کے بغیر مجبور کیا جا سکتا ہے۔

☆ اس انداز سے دعا کرنا گویا مطلوب اور مطلوب منہ سے لاپرواہی ظاہر ہوتی ہے

دعا کرتے وقت اس کی قبولیت کا پورا یقین ہونا چاہئے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: جب تم اللہ سے دعا کرو تو پورے یقین کے ساتھ سوال کرو کہ وہ ضرور قبول کرے گا۔ 3

بے یقینی کے ساتھ جو دعا کی جائے گی وہ بے جان اور روح سے خالی ہوگی۔

---

1 مسلم، الذکر الدعاء: ۲۶۷۹۔ 2 بخاری، التوحید: ۷٤۷۷۔

3 ترمذی، الدعوات: ۳٤۷۹۔

قبولیت دعا میں جلد بازی کا مظاہرہ

۸۶۔ ((یُسْتَجَابُ لِاَحَدِکُمْ مَالاَ یَعْجَلُ فَیَقُوْلُ قَدْ دَعَوْتُ فَلَمْ یُسْتَجَبْ لِیْ)) [1]

''تم میں سے ہر ایک کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک جلد بازی کا مظاہرہ نہ کرے یعنی یوں کہے کہ میں دعا کی مگر قبول نہیں ہوتی۔''

فوائد

بہت سے لوگ جہالت کی وجہ سے قبولیت دعا کا یہ مطلب سمجھتے ہیں کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے جو کچھ مانگے وہ اس کو اسی وقت مل جائے اور اگر وہ نہیں ملتا تو سمجھتے ہیں کہ دعا قبول نہیں ہوتی۔ تاخیر کی وجہ سے بے چین ہو جانا یا مایوسی کا اظہار کرنا یہ دونوں صورتیں مذموم ہیں۔ خیال رہے کہ قبولیت دعا کے لئے ایک وقت مقرر ہے لہٰذا بندے کو ہمیشہ مانگتے رہنا چاہئے بے چین یا مایوس ہو کر دعا کو ترک نہیں کرنا چاہئے کیونکہ مایوس ہونا کفار کی صفت ہے ویسے بھی قبولیت دعا کئی صورتیں ہوتی ہیں جیسا کہ درج ذیل حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

''جب کوئی بندہ مومن دعا کرتا ہے جس میں کوئی گناہ کی بات اور قطع رحمی کا سوال نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو تین چیزوں میں سے کوئی ایک چیز ضرور عطا ہوتی ہے یا تو اسے جو مانگا وہ اسی وقت نقد بنقد مل جاتا ہے یا اس کی دعا ذخیرہ آخرت بن جاتی ہے یا آنے والی کوئی مصیبت اس دعا کے حساب سے روک دی جاتی ہے۔''

یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر یہ بات ہے تو ہم بہت زیادہ دعائیں کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ کے ہاں دینے کے لئے اس سے بھی زیادہ ہے۔'' [2]

مطلب یہ ہے کہ بندہ مومن کی دعا رائیگاں نہیں جاتی اور دعا کرنے والا کسی صورت میں محروم نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا صورتوں میں سے کسی نہ کسی طرح اسے ضرور نوازتا ہے۔

---

[1] بخاری الدعوات: ۶۳۴۰۔ [2] مسند امام احمد: ۱۸/۳۔

غائبانہ طور پر دعا کرنا

۸۷۔ ((دَعْوَةُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لِاَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ مُسْتَجَابَةٌ)) [1]

''کسی مسلمان کی اپنے بھائی کے لئے غائبانہ دعا قبول ہوتی ہے۔''

فوائد

راوی حدیث حضرت صفوان بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں علاقہ شام میں آیا تو حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے ان کے گھر ملاقات کے لئے گیا وہ گھر میں نہیں تھے۔ ان کی زوجہ محترمہ سیدہ ام الدرداء رضی اللہ عنہا گھر میں تھیں۔ انہوں نے فرمایا کیا آپ اس سال حج پر جانا چاہتے ہیں؟ میں نے عرض کیا ''جی ہاں'' انہوں نے فرمایا ''وہاں ہمارے لئے خیر و عافیت کی دعا کرنا پھر انہوں نے مذکورہ حدیث بیان کی۔ انہوں نے غائبانہ دعا کا فائدہ بیان کرتے ہوئے فرمایا جب کوئی کسی کے لئے غائبانہ دعا کرتا ہے تو ایک فرشتہ تعینات کر دیا جاتا ہے جو غائبانہ دعا مانگنے والے سے کہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ تیری اس دعا کو شرف قبولیت سے نوازے اور تجھے اتنا ہی دے جتنا تو اپنے بھائی کے لئے مانگ رہے ہو۔ [2]

غائبانہ دعا کی جس خصوصی قبولیت اور برکت کا اس حدیث میں ذکر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسی دعا میں اخلاص زیادہ ہوتا ہے، غائبانہ دعا کی اہمیت کا عمل درج ذیل واقعہ سے بھی ہوتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عمرہ پر جانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی تو آپ نے بخوشی اجازت دے دی مزید فرمایا

''بھیا! ہمیں بھی اپنی دعاؤں میں شامل رکھنا اور ہم کو بھول نہیں جانا۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے اس انداز تخاطب سے اتنی خوشی ہوئی کہ اگر مجھے اس کے عوض ساری دنیا دے دی جائے تو میں راضی نہیں ہوں گا۔ [3]

---

[1] مسلم، الذکر والدعاء: ۲۷۳۳۔ [2] مسلم، الذکر والدعاء: ۲۷۳۳۔

[3] ابوداود: الوتر: ۱۴۹۸۔

توبہ کی اہمیت

۸۸ ((اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اعْتَرَفَ ثُمَّ تَابَ، تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ)) 1

''بندہ جب اعتراف کر لیتا ہے پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ بھی اس پر رجوع فرماتا ہے۔''

فوائد

توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ جو گناہ اور نافرمانی یا کوئی ناپسندیدہ عمل بندے سے سرزد ہو جائے پھر اس کے برے انجام کے خوف سے اسے دلی رنج اور ندامت ہو اور آئندہ کے لئے اس سے بچے رہنے اور دور رہنے کا عزم پھر اللہ کی فرمانبرداری اور اس کی رضا جوئی کا فیصلہ کرلے۔ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ اہل ایمان سے خطاب کر کے فرماتے ہیں:

''اے ایمان والو! اس کے حضور خالص توبہ کرو۔'' 2

''نصوحاً'' سے مراد ایسی سچی توبہ ہے جس سے اپنے نفس کی خیر خواہی مطلوب ہو اور ایسی توبہ کی چند شرائط حسب ذیل ہیں: (۱) اپنے کئے ہوئے پر نادم اور شرمسار ہو (۲) اللہ کے حضور اس کا اعتراف اور توبہ کرے (۳) آئندہ نہ کرنے کا عزم بالجزم کرے اور یہ عزم محض زبانی نہ ہو بلکہ اس عہد کو نبھانے کی کوشش کرے (۴) اگر اس نے اس گناہ میں کسی کا حق تلف کیا ہے تو اس کی ادائیگی کرے یا معاف کرالے۔

رسول اللہ ﷺ کا اسوہ اور فرمان حسب ذیل ہے:

''لوگو! اللہ کے حضور توبہ کرو کیونکہ میں خود دن میں سو مرتبہ اللہ کے حضور توبہ کرتا ہوں۔'' 3

توبہ اللہ تعالیٰ کو کس قدر پسند ہے اس کا اندازہ درج ذیل حدیث سے ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تمہیں لے جائے اور ایک دوسری قوم لے آئے جو گناہ کریں اور پھر اللہ سے مغفرت طلب کریں تو اللہ انہیں معاف کردے۔ 4

---

1 بخاری، المغازی: ٤١٤١۔ 2 التحریم: ۸۔

3 مسلم، الذکر والدعاء: ٦٨٥٩۔ 4 مسلم، التوبہ: ٦٩٦٥۔

استغفار کی حیثیت

۸۹۔ ((وَ اِنِّی لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ فِی الْیَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ)) [1]

''میں دن میں سو مرتبہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔''

فوائد

استغفار، اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں اور قصوروں کی معافی اور بخشش مانگنا ہے توبہ اس کے لوازمات سے ہے بلکہ یہ دونوں آپس میں لازم وملزوم ہیں۔ استغفار سے نہ صرف گناہ معاف ہو جاتے ہیں بلکہ بندے کو اس کے طفیل دنیا میں بہت کچھ ملتا ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو بندہ استغفار کو لازم کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ بنا دے گا۔ اس کی ہر پریشانی کو دور کر کے کشادگی اور اطمینان عطا فرمائے گا اور اسے ایسی جگہ سے رزق فراہم کرے گا جہاں سے اسے وہم وگمان بھی نہیں ہوگا۔'' [2]

واضح رہے کہ مذکورہ وعدہ صرف زبان سے کلمات استغفار کر لینے پر نہیں بلکہ استغفار کی حقیقت پر ہے جس کی ہم نے ابتدا میں وضاحت کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو مبارکباد دی ہے جس کے نامہ اعمال میں بہت زیادہ استغفار ہوگا۔ آپ نے فرمایا:

''مبارک ہو اس بندے کو جو اپنے اعمال نامے میں بہت زیادہ استغفار پائے۔'' [3]

یاد رہے کہ نامہ اعمال میں حقیقی استغفار کے طور پر وہی استغفار درج ہوگا جو حقیقت کے اعتبار سے اللہ کے ہاں بھی استغفار ہوگا اور جو صرف زبانی کلامی ہوگا۔ اس کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کچھ بھی حقیقت نہ ہوگی۔ واللہ المستعان

---

[1] مسلم، الذکر والدعاء: ۲۷۰۲۔ [2] ابو داود، الصلاۃ: ۱۵۱۸۔

[3] ابن ماجه، الادب: ۳۸۱۸۔

دعائے استخارہ

۹۰۔ ((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُ اَصْحَابَهُ الْاِسْتِخَارَةَ فِي الْاُمُوْرِ كُلِّهَا كَمَا يُعَلِّمُهُمُ السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ)) [1]

''رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تمام مباح کاموں میں استخارہ کرنے کی تعلیم دیتے تھے جس طرح آپ انہیں قرآن مجید کی کوئی سورت سکھاتے تھے۔''

فوائد

کسی معاملہ میں خیر و بھلائی طلب کرنے کو استخارہ کہا جاتا ہے۔ اصطلاحی طور پر دو رکعت نماز کے بعد ایک مخصوص دعا پڑھنے کا نام استخارہ ہے، جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے کسی معاملہ کی بھلائی، انجام کار کی بہتری یا دو کاموں میں سے ایک کو اختیار کرنے یا چھوڑ دینے میں مدد طلب کی جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی کسی اہم کام کا ارادہ کرلے تو دو رکعت پڑھے اور اس کے بعد یوں دعا کرے:

''اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ وَ اَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَ تَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ، اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَ مَعَاشِيْ وَ عَاقِبَةِ اَمْرِيْ فَاقْدِرْهُ لِيْ وَيَسِّرْهُ لِيْ ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ وَ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَ مَعَاشِيْ وَ عَاقِبَةِ اَمْرِيْ فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ وَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِيْ بِهٖ. [2]

اس کے بعد اگر دلی رجحان بن جائے تو اللہ پر توکل کرتے ہوئے اس کام کا آغاز کردے۔

---

[1] بخاری الدعوات: ۶۳۸۱۔ [2] بخاری التوحید: ۷۳۹۰۔

ذکر کی اہمیت

۹۱۔ ((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ أَحْيَانِهِ)) ❶

''رسول اللہ ﷺ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرتے تھے۔''

فوائد

کسی بھی مسلمان کو مرد ہو یا عورت کسی حال میں بھی اللہ کے ذکر سے غافل نہیں رہنا چاہئے۔ رسول اللہ ﷺ کی عادت تھی کہ آپ ہر آن اللہ کے ذکر میں مصروف رہتے تھے کیونکہ اللہ کے ذکر سے آپ کے دل کو سکون اور اطمینان ملتا تھا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''جو لوگ ایمان لائے ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ یاد رکھو اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو تسلی حاصل ہوتی ہے۔'' ❷

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کا وصف بایں الفاظ بیان کیا ہے۔

''وہ اللہ کا ذکر کھڑے، بیٹھے اور اپنی کروٹوں کے بل لیٹے ہوئے کرتے ہیں۔'' ❸

اللہ کے دین کی دعوت دینے والے داعیان کرام کو اس بات کا خاص رکھنا چاہئے کہ انہیں کثرت سے اللہ کا ذکر کرنا چاہئے اور اس سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہئے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو فرعون کی طرف وعظ و نصیحت کے لئے بھیجا تو اللہ کا ذکر کرتے رہنے کی خاص تلقین فرمائی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

''تو اور تیرا بھائی میری نشانیاں لئے ہوئے جاؤ لیکن میرے ذکر میں سستی نہ کرنا۔'' ❹

قرآن مجید نے یہ بھی صراحت کی ہے کہ اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے۔ ❺

بے حیائی اور برائی سے روکنے میں اللہ کا ذکر، اقامت صلوۃ سے بھی زیادہ موثر ہے اس لئے کہ آدمی جب تک نماز میں ہوتا ہے برائی سے رکا رہتا ہے لیکن بعد میں یہ اس کی تاثیر کمزور ہو جاتی ہے اس کے برعکس ہر وقت اللہ کا ذکر بندہ مومن کے لئے ہر وقت برائی سے مانع رہتا ہے۔

---

❶ مسلم، الحیض: ۳۷۳۔ ❷ الرعد: ۲۸۔ ❸ آل عمران: ۱۹۱۔
❹ طه: ٤٢۔ ❺ العنکبوت: ٤٥۔

اللہ کا ذکر

۹۲۔ ((مَثَلُ الَّذِیْ یَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِیْ لَایَذْكُرُ رَبَّهُ مَثَلُ الْحَیِّ وَ الْمَیِّتِ)) [1]

''اس شخص کی مثال جو اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور وہ جو ذکر نہیں کرتا، زندہ اور مردے کی طرح ہے۔''

فوائد

اللہ کا ذکر نور اور زندگی کا ذریعہ ہے جبکہ اللہ کو فراموش کرنا ظلمت و موت کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یاد نہ کرنے والے مردوں کی طرح ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے:

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کو بکثرت یاد کیا کرو۔'' [2]

ذکر الٰہی، تلاوت قرآن، مطالعہ حدیث اور کثرت درود سلام سب اللہ کے ذکر کی مختلف صورتیں ہیں۔ سب سے بڑھ کر ذکر یہ ہے کہ انسان جملہ امر و نواہی میں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھے۔ اوامر کو بجالانے اور نواہی سے اجتناب کرنے کی کوشش کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے ذکر کی برتری کو بایں الفاظ بیان کیا ہے:

''کیا میں تمہیں ایک بہترین عمل کے متعلق آگاہ نہ کروں، جو تمہارے مالک کے ہاں اجر کے اعتبار زیادہ بڑھنے والا، تمہارے درجات کی بلندی کا باعث تمہارے لئے سونے اور چاندی کے خرچ کرنے سے بہتر اور تمہارے لئے دشمن سے ایسا جہاد کرنے سے اعلیٰ جس میں تم ایک دوسرے کی گردنیں اڑاؤ، صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیوں نہیں آپ ضرور آگاہ فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ اللہ کا ذکر ہے۔'' [3]

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک دیہاتی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ ﷺ! کونسا عمل بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا:

مرتے وقت تیری زبان پر اللہ کا ذکر جاری ہو۔ [4]

---

[1] بخاری الدعوات: ٦٤٠٧ [2] الاحزاب: ٤١۔ [3] مسند امام احمد: ٦/٤٤٦۔
[4] ترمذی، الزھد: ٢٣٢٩۔

فضائل درود

۹۳۔ ((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلٰوةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا)) [1]

''جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ اس کے بدلے دس رحمتیں نازل کرتا ہے۔''

فوائد

اس حدیث کی تکمیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم موذن کو اذان دیتے ہوئے سنو تو اسی طرح کہو جس طرح وہ کہتا ہے پھر تم مجھ پر درود بھیجو، بلاشبہ وہ شخص جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ اس کے عوض دس رحمتیں نازل کرتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنا ہمارے ذمے آپ کا حق ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی کریم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں ایمان والو! تم بھی اس پر درود بھیجو اور سلام پڑھو۔'' [2]

آپ کا اسم گرامی سن کر ضرور درود بھیجنا چاہیے کیونکہ آپ کا ارشاد گرامی ہے:

''وہ شخص بخیل ہے جس کے پاس میرا ذکر ہوا اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔'' [3]

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بندہ جب تک مجھ پر درود بھیجتا ہے اس وقت تک فرشتے اس کے لئے دعا رحمت کرتے رہتے ہیں۔ اب آدمی اسے زیادہ کرے یا کم۔'' [4]

رسول اللہ ﷺ نے مندرجہ ذیل درود پڑھنے کی تلقین کی ہے۔ [5]

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

---

[1] مسلم الصلاۃ: ۳۸۴۔ [2] الاحزاب: ۵۶۔ [3] ترمذی، الدعوات: ۳۵۴۶۔
[4] صحیح الجامع الصغیر: ۶۵۲۰۔ [5] بخاری، الانبیاء: ۳۳۷۰۔

قرآن کا سیکھنا سکھانا

٩٤۔ ((خَیْرُ کُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَ عَلَّمَهٗ)) [1]

''تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔''

فوائد

راوی حدیث حضرت سعد بن عبیدہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوعبدالرحمن سلمی نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت سے لے کر حجاج بن یوسف کے دور حکومت تک لوگوں کو قرآن کو تعلیم دی اور وہ کہا کرتے تھے کہ یہی حدیث ہے جس نے مجھے اس جگہ تعلیم قرآن کے لئے بٹھا رکھا ہے۔

جب قرآن مجید کلام اللہ ہونے کی حیثیت سے دوسرے تمام کلاموں سے بہتر اور افضل ہے تو اس کا سیکھنا، سکھانا بھی دوسرے کاموں سے افضل اور بہتر ہوگا لیکن یہ اس صورت میں ہے جب قرآن کا پڑھنا پڑھانا خلوص اور حسن نیت پر مبنی ہو۔ اگر بدقسمتی سے کسی دنیوی غرض کے لئے قرآن مجید سیکھنے سکھانے کو کوئی اپنا پیشہ بنالے تو وہ ایسا بدنصیب ہے جسے سب سے پہلے جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسے آدمی کو قابل رشک قرار دیا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم دیا وہ اس کی دن رات تلاوت کرتا ہے حتیٰ کہ اس کا پڑوسی کہتا ہے کاش! مجھے بھی وہ دیا جاتا جو فلاں کو ملا ہے تو میں بھی اس طرح عمل کرتا جس طرح وہ کرتا ہے۔ [2] قرآن مجید میں مشغول ہونے اور رہنے کی مختلف صورتیں حسب ذیل ہیں:

☆ اس کے سیکھنے سکھانے اور پڑھنے پڑھانے میں لگا رہتا ہے۔

☆ نماز میں اور بیرون نماز اس کی تلاوت کرتا رہتا ہے۔

فکر و اہتمام کے ساتھ اس کے احکام وہدایات پر عمل کرتا ہے۔

قرآن مجید کی عظیم نعمت کا شکر یہی ہے کہ بندہ اس کو اپنا شغل اور اپنی زندگی کا دستور بنالے، اسی صورت میں یہ قرآن ہماری ترقی وعروج کا باعث ہوسکتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

''اللہ تعالیٰ اس کتاب کی وجہ سے بہت سی قوموں کو ترقی اور بہت دوسروں کو نیچے گرادیتا ہے۔'' [3]

---

[1] بخاری، فضائل القرآن: ٥٠٢٧۔ [2] صحیح بخاری، فضائل القرآن: ٥٠٢٦۔

[3] صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین: ٨١٧۔

نماز کے بعد مسنون اذکار

۹۵۔ ((کُنْتُ اَعْرِفُ اِنْقِضَاءَ صَلَاۃِ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالتَّکْبِیْرِ)) ❶

''میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کا پورا ہونا ''اللہ اکبر'' کی آواز سے پہچانتا تھا۔''

فوائد

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ہوتے اور صغرسنی کی وجہ سے نماز کے لئے مسجد میں نہ جاتے، ان کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ با آواز بلند ''اللہ اکبر'' کہتے تو مجھے پتہ چل جاتا کہ اب آپ کی نماز پوری ہو چکی ہے اور آپ نے سلام پھیر دیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ سلام کے بعد اونچی آواز سے اللہ اکبر کہنا مسنون عمل ہے۔

پھر تین مرتبہ استغفر اللہ پڑھ کر یہ دعا پڑھی جائے

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ ❷

''اے اللہ! تو سلامتی والا ہے اور تجھ ہی سے سلامتی ہوتی ہے اے عظمت و بزرگی والے تو بڑا ہی بابرکت ہے۔''

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْیءٍ قَدِیْرٌ، اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَالْجَدِّ مِنْکَ الْجَدَّ ❸

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے نماز کے بعد یہ دعا پڑھنے کی تلقین کی تھی:

---

❶ بخاری، الاذان: ۸۴۲۔ ❷ مسلم، المساجد: ۱۳۳۴۔
❸ بخاری الاذان: ۸۴۴۔

رَبِّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِكَ وَ شُکْرِكَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِكَ [1]

پھر 33 مرتبہ سبحان اللہ، 33 مرتبہ الحمد للہ اور 33 مرتبہ اللہ اکبر پڑھے۔ آخر میں یہ دعا پڑھے

لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ [2]

---

[1] مستدرك حاكم: ١/ ٢٧٣۔ [2] مسلم المساجد: ٥٩٧۔

استعاذہ کیا ہے

٩٦۔ ((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ وَ مِنْ شَرِّمَا لَمْ اَعْمَلُ)) [1]

''اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں ان اعمال کے شر سے جو میں نے کیے ہیں اور ان اعمال کے شر سے جو میں نے نہیں کیے۔''

فوائد

حضرت فروہ بن نوفل اشجعی کہتے ہیں کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا دعا مانگا کرتے تھے تو انہوں نے مذکورہ دعا کا حوالہ دیا۔ ان میں انسان اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! مجھے برے اعمال سے بچنے کی توفیق دے اور میں جو کر چکا ہوں ان کی نحوست اور عذاب سے مجھے محفوظ رکھ اور آئندہ کے لئے بھی مجھے ان سے دور رکھ ایسا نہ ہو کہ میں غلط کیش بنا رہوں اور اسی پر خوش رہوں۔

استعاذہ یہ ہے کہ انسان ہر قسم کی الجھنوں، پریشانیوں اور دکھوں سے اللہ کی پناہ، حفاظت اور امان طلب کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جامع استعاذہ درج ذیل ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسْلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَ الْھَرْمِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَ الْمَمَاتِ

''اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں عاجز آ جانے سے کسل مندی و سستی سے بزدلی بخیلی اور انتہائی بڑھاپے سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں قبر کے عذاب سے، زندگی اور موت کے فتنے سے۔'' [2]

دراصل دین و دنیا کی بھلائیوں کے حصول میں محرومی پانچ اسباب سے ہوتی ہے۔ عجز یا سستی، کسل یا جرأت کا فقدان، بزدلی، بخل اور بڑھاپا۔ ان تمام چیزوں سے پناہ مانگنے کی تلقین کی گئی ہے۔ واللہ اعلم

---

[1] مسلم الذکر والدعاء: ٢٧١٦۔ [2] بخاری الجهاد: ٢٨٢٣۔

لاحول ولاقوۃ الاباللہ کا بیان

۹۷۔ ((اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى كَلِمَةٍ هِىَ كَنْزٌ مِنْ كُنُوْزِ الْجَنَّةِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ)) ❶

''کیا میں تمہیں ایک ایسا کلمہ نہ بتاؤں جو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے وہ ''لاحول ولاقوۃ الاباللہ'' ہے۔''

فوائد

کلمہ ''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ'' کا معنی یہ ہے کہ گناہوں سے باز رہنے کا حیلہ اور اچھے کام کرنے کی طاقت صرف اللہ کی توفیق سے ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اللہ کی تقدیر کے سامنے انتہائی بے بس اور لاچار ہے اس کی توفیق کے علاوہ نہ تو کوئی گناہوں سے محفوظ رہ سکتا ہے اور نہ ہی اس میں کوئی اچھا کام کرنے کی ہمت آسکتی ہے۔ اس کلمہ میں توحید کے ساتھ تقدیر پر ایمان بھی ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ جب بندہ ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرا بندہ مسلمان ہوگیا اور اس نے خود کو میرے حوالے کر دیا۔ ❷

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں غزوہ خیبر سے واپسی کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سواری کے پیچھے آہستہ آہستہ ''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ'' پڑھ رہا تھا تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا ''نسخہ کیمیا'' ارشاد فرمایا ❸

واقعی اس کلمہ میں اللہ تعالیٰ کی عظمت وشان ایک خاص انداز سے بیان کی گئی ہے لہٰذا اسے جنت کے خزانوں سے ایک خزانہ قرار دیا گیا ہے کہ اس کے پڑھنے سے آخرت میں کثیر منافع ملنے کی توقع ہے گویا یہ کلمہ ہی بہت نفیس اور عمدہ خزانہ ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' ننانوے بیماریوں کی دوا ہے، ان میں سے ہلکی بیماری رنج والم اور انسان کو پیش آمدہ پریشانی ہے۔ ❹ ایک حدیث میں ہے کہ ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' سے جنت میں بکثرت پودے لگائیں جائیں گے۔ ❺

---

❶ بخاری، الدعوات: ٦٣٨٤۔ ❷ مستدرك حاكم: ١/ ٢١۔
❸ بخاری، حواله مذكوره۔ ❹ مستدرك حاكم: ١/ ٥٤٢۔
❺ مسند امام احمد: ٥/ ٤١٨۔

پسندیدہ کلمات

۹۸۔ ((اَحَبُّ الْکَلَامِ اَرْبَعٌ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ)) [1]

''تمام کلمات سے بہتر چار کلمے ہیں: سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر۔''

فوائد

رسول اللہ ﷺ نے جو کلمات ذکر تلقین فرمائے ہیں ان کی معنوی اعتبار مندرجہ ذیل چار اقسام ہیں

☆ ان میں اللہ تعالیٰ تنزیہ تقدیس ہے یعنی اللہ تعالی ہر اس بات سے پاک ہے جس میں عیب یا نقص کا شائبہ ہو''سبحان اللہ'' کا یہی مدعا ہے۔

☆ ان میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا ہے یعنی تمام خوبیاں اور تمام صفات کمال اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کے شایان شان ہیں ''الحمد للہ'' کی یہی خصوصیت ہے۔

☆ ان میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی شان یکتائی ہے چنانچہ ''لا الا الہ اللہ'' کی یہی شان ہے۔

ان میں اللہ تعالیٰ کی عالی شان کا اظہار ہے۔''اللہ اکبر'' کا یہی مفہوم ہے۔

درج بالا حدیث میں جن کلمات کو پسندیدہ کہا گیا ہے ان میں اختصار کے باوجود اللہ تعالیٰ کی تنزیہ وتقدیس، تمہید وتوحید اور اس کی شان کبریائی کا بیان ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اس دنیا کی وہ تمام چیزیں جن پر سورج کی شعائیں اور روشنی پڑتی ہے ان سب کے مقابلہ میں مجھے یہ محبوب ہے کہ میں ایک دفعہ ''سبحان اللہ، والحمد للہ ولا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر'' کہوں۔ [2]

ایک دوسری حدیث میں ان کلمات کی فضیلت بایں الفاظ بیان کی گئی ہے کہ یقین وایمان کے ساتھ انہیں پڑھنے سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ ایسے درخت کے پاس سے گزرے جس کے پتے خشک ہو چکے تھے۔ آپ نے اس پر اپنی لاٹھی ماری تو اس سے خشک پتے گرنے لگے پھر آپ نے فرمایا:

''سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر بندے کے گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتے ہیں جس طرح اس درخت کے پتوں کو تم نے جھڑتے دیکھا۔'' [3]

---

[1] مسلم، الادب: ۵۶۰۱۔ [2] مسلم الذکر والدعاء: ۶۸۴۷۔

[3] ترمذی، الدعوات: ۳۵۳۳۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ کی فضیلت

۹۹۔ ((مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ فِیْ یَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ حُطَّتْ عَنْهُ خَطَایَاهُ وَ اِنْ کَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ)) ❶

''جو شخص دن میں سو مرتبہ ''سبحان اللہ وبحمدہ'' پڑھتا ہے تو اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں خواہ سمندر کی جھاگ جتنے ہوں۔''

فوائد

اللہ تعالیٰ کو ہر نقص سے پاک قرار دینا جو اس کے شایانِ شان نہ ہو تسبیح کہلاتا ہے اس سے شریک، بیوی اور اولاد کی نفی خود بخود لازم آتی ہے۔ بعض تسبیح سے مراد اللہ کا ذکر اور نفل نماز بھی ہوتی ہے۔ نمازِ تسبیح کی وجہ بھی یہی ہے کہ اس میں تسبیحات بکثرت پڑھی جاتی ہیں۔ ❷

واضح رہے کہ ''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ'' کہنے سے وہ گناہ معاف ہوتے ہیں جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہے اور جو شرک و بدعت کے زمرہ میں نہیں آتے کیونکہ حقوق العباد تو صاحب حق کی رضامندی کے بغیر معاف نہیں ہوں گے۔ اسی طرح شرک و بدعت کی معافی کے لئے خالص توبہ کا ہونا ضروری ہے یہ وظیفہ دن کے کسی وقت بھی پڑھا جا سکتا ہے خواہ ایک ہی مرتبہ سو کی گنتی پوری کر لی جائے یا متفرق اوقات میں سو دفعہ پڑھ لے۔ ان کی وہی فضیلت ہے جو حدیث میں بیان ہوئی ہے لیکن بہتر ہے دن کے آغاز میں ایک ہی مرتبہ سو مرتبہ پڑھ لے۔ ان کلمات کی فضیلت ایک دوسرے انداز سے بھی بیان کی گئی ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کونسا کلام افضل ہے تو آپ نے فرمایا:

جو کلام اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے لئے منتخب فرمایا وہ ''سبحان اللہ وبحمدہ'' ہے۔ ❸

حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ اس میں فرشتوں کے درج ذیل قول کی طرف اشارہ ہے: ❹

''اے اللہ! ہم تیری حمد کے ساتھ تیری تسبیح بیان کرتے ہیں اور تیری پاکیزگی کا اظہار کرتے ہیں۔'' ❺

---

❶ بخاری، الدعوات: ٦٤٠٥۔ ❷ فتح الباری: ٢٤٧/١١۔
❸ مسلم الذکر والدعاء: ٦٩٢١۔ ❹ فتح الباری: ٢٤٨/١١۔ ❺ البقرة: ٣٠۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ

۱۰۰۔ ((كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ)) [1]

''دو کلمے ایسے ہیں جو رحمن کو بہت پسند، زبان پر پڑھنے میں ہلکے لیکن ترازو میں انتہائی وزنی وہ یہ ہیں''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ''

فوائد

قیامت کے دن اللہ کے نام 'کلمات ذکر' تلاوت قرآن کا وزن ہوگا۔اسی طرح نماز، ایمان، اللہ کے خوف اور اس کی محبت کا بھی وزن ہوگا۔ترازو میں مذکورہ دو کلمے بہت وزنی ہوں گے کیونکہ ان کلمات میں اللہ کی عظمت وشان اور اسے ہر عیب سے پاک ہونے کو بیان کیا گیا ہے۔حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نماز فجر پڑھنے کے بعد ان کے پاس سے باہر نکلے میں اس وقت اپنے مصلی پر بیٹھی کچھ پڑھ رہی تھی، پھر آپ کچھ دیر کے بعد جب چاشت کا وقت ہو چکا تھا واپس تشریف لائے۔اس وقت میں اسی طرح بیٹھی اپنے وظیفہ میں مصروف تھی۔ آپ نے فرمایا تو ابھی اپنے ذکر کرنے میں مصروف ہے میں نے عرض کیا جی ہاں آپ نے فرمایا: میں نے تمہارے پاس سے جانے کے بعد چار کلمے تین دفعہ کہے ہیں اگر وہ کلمات تمہارے اس پورے وظیفے کے ساتھ وزن کئے جائیں جو تم نے آج صبح سے پڑھا ہے تو ان چار کلمات کا وزن بڑھ جائے گا وہ کلمے یہ ہیں:

''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَ زِنَةَ عَرْشِهٖ وَ رِضٰى نَفْسِهٖ وَ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ''

''اللہ کی تسبیح اور اس کی حمد، اس کی تمام مخلوق کی تعداد کے برابر، اس کے عرش عظیم کے وزن کے برابر، اس کی ذات کی رضا کے مطابق اور اس کے کلمات کی مقدار کے مطابق۔'' [2]

---

[1] بخاری، التوحید: ۷۵٦۳۔ [2] صحیح مسلم، الذکر والدعاء: ۲۷۲٦۔


انتخاب حدیث